ماہنامہ

# قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:74 ماہ فروری 2019

اُردو ادب کا بین الاقوامی
میگزین جو لندن سے شائع
ہوتا ہے۔

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE SW170PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.com, ranarazzaq52@gmail.com

ऊर्दू अदब का
अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन
जो लंदन से प्रकाशित
होता है

## والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل

(رپورٹ،فوٹوز،امجد مرزا صفحہ 7 پر ملاحظہ فرمائیں)

# Earlsfield Properties

Professional Residential
Property Management
Services

We will manage your
property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

## Get it Right

- ✔ Member National Landlord Association
- ✔ Member Deposit Portection Schemes
- ✔ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✔ Winner of Pakistan Achievement Award 2014
  (Excellence Management)
- ✔ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

**PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)**


175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

# فہرست مضامین

| | | |
|---|---|---|
| اداریہ- بدنام اسلام سوچ | راناعبدالرزاق خان | 4 |
| آپکے خطوط- بے چارے شوہر | | 5 |
| والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ادبی محفل | امجد مرزاامجد | 7 |
| غزلیات- ساحر لدھیانوی، قتیل شفائی، منیر نیازی، احمد فراز، ثاقب زیروی، عبدالمنان ناہید، محسن نقوی، عدیم ہاشمی، ثمینہ راجہ، نورالجمیل نجمی، فرزانہ فرحت، عبد الجلیل عباد، عبداللہ خالد، سہیل احمد سہیل، پرویز ساحر، خالد شریف، آدم چغتائی، عبدالسلام اسلام، عبدالحمید خلیق، عبدالقدیر کوکب، ہدایت اللہ شاد، مبارک صدیقی، مسلم سلیم، شائق نصیر پوری، عذرا ناز، ثمین سیف، فرزانہ غوری، زیب النساء زینی، شگفتہ شفیق، گلِ رابیل، ثریا ثمین، ہاجرہ نورزریاب، شیریں سید، مسعود چودھری، ارشد ملک رامش، عبدالصمد قریشی، جلیل نظامی، ڈاکٹر طارق انور باجوہ، رشید قیصرانی، ساجد محمود رانا، رفیع رضا، ارشاد عرشی ملک، مبارک ظفر، اظہر، | | 9 تا 18 |
| ایک دیوار- جو بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں | ابن آس محمد | 19 |
| تلخ حقیقت یا کڑوا سچ؟ | زاہد گجر صاحب | 21 |
| کرتار پور راہداری یا خلفشار کی راہداری | آصف جیلانی | 22 |
| مسکرایئے | اے آر خاں | 23 |
| حقائق جو مقتدر اقوام نے صدیوں بعد تسلیم کئے | عاصی صحرائی | 24 |
| راجہ الیاس اور امجد مرزاامجد کے قہقہے | | 26 |
| کالا پانی | عطاء القادر طاہر | 27 |
| نذیر فتحوری | فرزانہ فرحت | 28 |
| مراکش کی سیر | فہیم اختر لندن | 29 |
| ظلم بے انصافی تعصب اور حسد کا چیلنج خوشاب میں | اے آر خاں | 32 |
| کچھ اپنے دل پر بھی زخم کھاؤ | طاہر احمد بھٹی | 33 |
| جمیل الرحمن کی نظمیں | اقبال فہیم جوزی | 35 |
| ہمارا تعلیمی نظام | عاصی صحرائی | 36 |
| سوچیے اور پھر سوچیے | عطاالقادر طاہر | 36 |
| بنگالیوں کا قتل عام پاکستان دشمن بیانیہ | آصف محمود | 37 |
| ایک گواہی اور بھی | بشیر زادہ مشرقی افریقہ | 39 |
| آہ گلشن کھنہ- ادب نواز دوست نواز انسان | امجد مرزاامجد | 41 |
| غزیات | طفیل احمد سندھو- یشب تمنا | 42 |


***

# مجلس ادارت



## بانی رُکن

خان بشیر احمد رفیق مرحوم



## مدیر

راناعبدالرزاق خان

## اراکین ادارتی بورڈ


آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، اے حق یو کے ٹائمز، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزاامجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبد القدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔


## التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی ان پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کر دیا جائے گا۔ مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ

راناعبدالرزاق خان

## گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔ اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہیے۔ ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سالانہ چندہ فیس نیچے دیئے گئے اکاؤنس نمبر میں ٹرانسفر کر کے ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ

HSBC London UK A/C 04726979 Sort Code 400500

رانا عبد الرزاق خاں

# اداریہ

# بدنامِ اسلام سوچ

خادم حسین رضوی ،نام کوئی بھی ہوسکتا ہے۔خادم حسین رضوی ،اور یا مقبول جاں،جسٹس شوکت عزیز صدیقی ،ضیاء الحق،محمد حسین بٹالوی،عبداللہ بن ابی،اورابوجہل ،ایسے لوگ ٹیڑھی سوچ کے حامل ہی نہیں بلکہ منفی اعمال کا منبع بھی ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کی مہذب معاشرے میں کبھی پزیرائی نہیں ہوتی ۔ پاکستان میں بدقسمتی سے اس مکتبِ فکر کو حکومتی پزیرائی حاصل ہے ۔چودھویں صدی کے علماء(علامہ) میں ایسے بھی عالم پائے جارہے ہیں جن کی سوچ کی غلاظت نہ صرف اسلام کو بدنام کررہی ہے بلکہ انسانیت کو شرمندہ کرتی ہے۔اندازہ کریں ایک عیسائی پر(سچا یا جھوٹا اس غرض سے نہیں ہے) الزام لگایا گیا کہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے۔ایک عالم دین نے توہین رسالت کرنے والے کی توہین کرنے کا گھناؤنا انتقامی فیصلہ کیا۔حکومتی طاقت FIA کو بھی دباؤ میں لیا اور پطرس نامی مذکورہ عیسائی کوا سکے ہی رشتہ دار کو بلوا کر بدفعلی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی مگر اُس کے رشتہ دار سلیم مسیح نے ایسی گھناؤنی حرکت سے بچنے کے لئے چوتھی منزل سے چھلانگ کرموت کے منہ میں جانا پسند کرلیا۔اب جبکہ ابوالہی مفت کا حامل پیرِ تسمہ پا ہم پر سوار ہے۔ اشرافیہ اِس کے شر سے بچنے کے لئے،عزت اور جان بچانے کے لئے خاموش ہے۔ایک دن TV پر کچھ احبابِ پاکستان کی بربادی کی وجہ اور حل تلاش کر رہے تھے ۔ وہ ملک جو جرمن کو امداد دیا کرتا تھا خود بھکاری کیسے بن گیا؟ پاکستان کی ترقی تنزلی میں کب بدلنا شروع ہوئی؟ ٹرینگ پوائنٹ کونسا تھا؟ ایک صاحب نے بڑی تحدی سے کہ، جب ہم نے احمدیوں کو اسمبلی میں کافر قرار دیا تھا اس وقت سے پاکستان تنزلی کا شکار ہے، دیگر شرکاء کے منہ اس وقت تو بالکل بند رہے، جب یہ ثبوت پیش کیا کہ اُس وقت کمزور مولوی کو اس کی اوقات سے بڑھ کر طاقت کا جھوٹا احساس دلایا کہ تم حکومت سے اپنے دباؤ کے ذریعے سب کچھ کروا سکتے ہو۔ یہاں پر روحانی مچھلی ہم سے چھن کر غرقابِ سمندر ہوئی اب پھر سے خضر کی ضرورت درپیش ہے۔قرآن شریف جو کہ قیامت تک رہنمائی کی سچی کتاب ہے۔اس میں سورۃ کہف میں بیان ہے ۔کہ حضرت موسیٰؑ ایک ساتھی کے ہمراہ ہرصورت منزل پر پہنچنا چاہتے تھے جہاں دو تہذیبوں کے سمندر ملتے تھے۔احساس ہوا کہ وہ اپنی شریعت کی روحانی مچھلی تو بھول آئے پھر واپس اسی جگہ قدموں کے نشانوں پر چلتے ہوئے پہنچ گئے اور خضر کے ساتھ پھر سے منزل کی طرف گامزن ہو گئے اور کامیابی حاصل کی۔۔کاش پاکستانی بھی واپس اسی مقام پر آ کر خضر کو تلاش کرلیں جہاں آئین پاکستان میں شریعت کی مچھلی مدفون ہے۔اِن راہزن رہنماؤں نے پوری قوم کی تقریباً (crouption) کرپشن کا پس خوردہ کھلا کھلا کر سوچ تک مفلوج کردی ہے بلکہ لوٹ لی ہے۔بادیٔ النظر میں لگتا ہے کہ یہ قوم امام مہدی کی بڑی بے چینی سے منتظر ہے۔دیدہ و دل فرشِ راہ کئے بیٹھے ہیں۔ کیا کہ لوگ جو آج رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہودی صفت ہیں امام مہدی پر ایمان لا سکتے ہیں؟ جبکہ تمام انبیاء کو ماننے کا معیار ایک ہی ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ۔ ہر شریف آدمی خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ (چودھویں صدی کے علماء) امام مہدی کو پہچان لیں گے؟ لہٰذا وقت ہم سے کیا تقاضا کررہا ہے؟ پورا قرآن گواہی دے رہا ہے کہ منکرین کی طرزِ فکر اور طرزِ عمل کیا ہوا کرتا تھا۔کیا ہم اس مکتبۂ فکر سے سرِ مو انحراف کرنے کے قابل ہیں کیا ہمیں اس سوچ اور عمل کی ضرورت نہیں ہے جو مومنین کی ہوا کرتی ہے۔حسن نثار کے ایک شعر پر مضمون ختم کرتا ہوں۔

میرا حسین ابھی کربلا نہیں پہنچا
میں حُر ہوں اور لشکرِ یزید میں ہوں

(راناعبدالرزاق خان)

## ’’سوچئے اور پھر سوچئے‘‘

روزنِ دیوار سے!...عطاءالقادر طاہر

☆ خالی پیٹ سوچنا اس کیلئے ممکن نہیں اور بھرے ہوئے پیٹ سے وہ محض کھانے سے متعلق سوچتا ہے۔

☆ نظریاتی مخالف کو جان سے ماردینے کے آرزومند کو چاہئے کہ یہی حق مخالف کو بھی دے۔

☆ میں دوسروں سے پیچھے رہ گیا اس لئے کہ مجھے آگے کی فکر تھی۔

☆ ایک نیم پاگل اپنے ساتھی کو مکمل پاگل بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆ اس کا کردار ایسا ہے کہ آپ انگلی نہیں اٹھا سکتے، پورا ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے۔

☆ جس کی پہلی پانچ کام نہیں کرتیں اس کی چھٹی حس بڑی کام کرتی ہے۔

# آپ کے خطوط

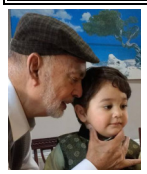



محترم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب لندن سے رقم طراز ہیں:

مکرم و محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب

السلام علیکم

آپ کا نہایت علمی اور تحقیقی مضمون ''پاکستان کے روحانی پہلو'' ( قندیلِ ادب انٹرنیشنل نومبر ۲۰۱۸ء) میں نے جس شوق سے پڑھا اور آپ کی اس علمی کاوش پر مجھے جو حظ اور سرور حاصل ہوا اُسے میں الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں ۔اللھم زد فزد۔ ماشاء اللہ آپ نے اسلاف کی پیش گوئیوں سے جو استنباط کیا ہے بہت اچھوتا اور محققانہ ہے۔ اسے پڑھ کر دل میں خوف پیدا ہوا کہ ابھی ہماری قوم کے لئے بڑے امتحان اور ابتلاء باقی ہیں۔ ابھی تک تو قائد اعظم کے بعد ہمیں کوئی مخلص لیڈر نہیں ملا۔ ہمارے ملک کو چاندی کا چمچ سمجھ کر سب اسے کھانے اور مٹانے پر لگے ہوئے ہیں۔ سیاست اپنا تقدس کھو کر ایک مکروہ پیشہ بن چکی ہے۔ اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ملک کو کھا جانے والے انتہائی بے حیائی سے اس کے خادم بننے اور کہلانے کے لئے سرگرم عمل ہیں اور اُن سے فیض پانے والے شرم و حیاء کے تمام پیمانے توڑ کر ان ہی کو ملک کے بے نظیر ہمدرد اور خیر خواہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان کے اٹک تک کے علاقہ پر افغانستان میں موجود دو لاکھ افغان نیشنل آرمی سے متعلق آپ کا تجزیہ جسم میں ایک خوف کی لہر دوڑا دینے کے مترادف ہے۔ بادی الرائے میں کوئی ذی شعور اس بصیرت افروز تجزیہ سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و ہنر میں برکت دے۔ آپ صحافت کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

## ڈاکٹر نکہت افتخار

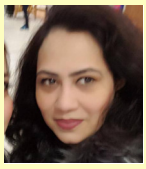



شوق کو عازمِ سفر رکھیئے
بے خبر بن کے سب خبر رکھیئے
چاہے نظریں ہوں آسمانوں پر
پاؤں لیکن زمین پر رکھیئے
مجھ کو دل میں اگر بسانا ہے
ایک صحرا کو اپنے گھر رکھیئے
بات ہے کیا یہ کون سوچے گا
آپ لہجے کو پُر اثر رکھیئے
جانے کس وقت کوچ کرنا ہو
اپنا سامان مختصر رکھیئے
مستقل مجھ کو دیکھے جاتی ہیں
اپنی نظروں پر کچھ نظر رکھیئے

## طنز و مزاح

### عاصی صحرائی



# بے چارے شوہر

اُن تمام شوہروں کو میرا عقیدت بھرا سلام جو اپنی بیگمات کی شاپنگ کے لیے ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہ کپڑے کی دکان پر بیس شاپنگ بیگ پکڑے بیگم کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔ بیگم تھان پہ تھان نکلوائے جاتی ہیں اور آخر میں یہ کہہ کر دکان سے باہر نکل آتی ہیں کہ ''سارے پرانے ہیں''۔ اس دوران شوہر صاحب بھی دکاندار سے نظریں چار کرنے کی بجائے تیزی سے بیگم کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ خواتین کی شاپنگ میں شوہروں کا ساتھ جانا جہاد سے کم نہیں۔

میں کئی ایسے شوہروں کو جانتا ہوں جن کی بیگمات صرف اس لیے انہیں اپنے ساتھ مارکیٹ لے کر جاتی ہیں تاکہ ضرورت پڑنے پر انہیں رش میں دہی بڑے کی پلیٹ میں مزید ''پاپڑی'' ڈلوانے بھیج سکیں۔ ایسی بیویاں گھر سے ساڑھے تین سو روپے پرس میں ڈال کر نکلتی ہیں اور کپڑے کا ہر وہ تھان کھلوا کر چیک کرتی ہیں جس کی قیمت 1500 روپے میٹر ہو۔ شوہر دبا دبا اعتراض کرے تو بھری مارکیٹ میں ایسی ''گھوری'' ڈالتی ہیں کہ پہلے وہ بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے، پھر جبراً مسکرانے لگتا ہے۔ دُکھ کی بات تو یہ ہے کہ اکثر خواتین اپنے شوہروں کو ایسی جگہ بھی شاپنگ کے لیے لے جاتی ہیں جہاں مردوں کا داخلہ ممنوع ہے، مرد بیچارا دکان سے باہر کھڑا کھڑا تھک جاتا ہے تو ذرا دم لینے کے لیے کسی قریبی بنچ پر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسی اثناء میں کسی قریبی دکاندار کی جھڑک سن کر جلدی سے دوبارہ کھڑا ہو جاتا ہے۔

''شاپنگ مع شوہر'' کی دلدادہ خواتین کو یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی پسند کا سوٹ خریدیں لہٰذا ہر ''پرنٹ'' شوہر کو چیک کرواتی ہیں، شوہر بیچارہ ہونقوں کی طرح سر کھجاتا رہتا ہے اور بالآخر کچھ سمجھ نہیں آتا تو انگلیاں گھماتے ہوئے کسی ایک کپڑے پر انگلی رکھ دیتا ہے اور پیار بھرے انداز میں بیوی کی طرف دیکھتا ہے جس کی آنکھیں شعلے برسا رہی ہوتی ہیں۔ ''آپ کو تو ہر بکواس ڈیزائن پسند آجاتا ہے''۔ شاپنگ کے دوران شوہر کی پسند کی ایک بھی چیز نہیں خریدی جاتی لیکن چونکہ شوہر پر فرض ہے کہ وہ بیوی کی خریدی ہوئی ہر چیز پر پسندیدگی کا اظہار کرے لہٰذا بیویاں بڑے فخر سے

اپنی ہمسائیوں کو بتاتی ہیں ''یہ جوتی میرے شوہر نے خود پسند کی تھی''۔مرد نے شاپنگ کرنی ہوتو کسی ایک دکان میں گھس کر زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں ساری شاپنگ کر کے نکل آتا ہے، لیکن خواتین چھان پھٹک کی قائل ہوتی ہیں۔ یہ کھجوریں بھی خریدنے جائیں تو ''عجوہ'' کی ڈیمانڈ کرتی ہیں اور تسلی ہوجائے تو اطمینان سے پرس کھول کر کہتی ہیں ''دس روپے کی دے دو''۔ایسی خواتین کو گھر کے قریب والی مارکیٹ کا کوئی کپڑا پسند نہیں آتا، انہیں باجی اُلفت جو پٹی پڑھا جاتی ہیں یہ اُسی پر اڑ جاتی ہیں کہ ''اچھرہ ہی جانا ہے''۔وہاں بھی انہیں وہ دکان زیادہ پسند آتی ہے جہاں دکاندار کپڑے کا ریٹ بے شک زیادہ لگاتا ہے لیکن ساتھ فروٹ چاٹ کی پلیٹ منگواتا ہے۔

اکثر شوہروں کو یہ شکایت ہے کہ بیگمات کی شاپنگ کے دوران وہ رُل جاتے ہیں، بیگم ایک دفعہ دکان میں گھس جائے تو پھر مسڈ کال کے ذریعے ہی باہر آتی ہے اور آتے ہی دکاندار کو کوسنے دینے لگتی ہے کہ ''کم بخت چھ سو کا سوٹ ہزار روپے میں دے رہا تھا''۔جو بیویاں دُکان کے اندر بھی شوہروں کو ساتھ لے جاتی ہیں ان کے شوہروں کی حالت دیکھنے والی ہوتی ہے، بیگم دکاندار سے سوٹ کی قیمت کا بھاؤ تاؤ کر رہی ہوتی ہیں اور یہ دونوں بچے گود میں اٹھائے حسرت سے دائیں طرف کھڑی دوشیزہ کو دیکھ کر آہیں بھر رہے ہوتے ہیں۔ایسے میں ان کی بیگم چیخ کر بھی پوچھیں کہ ''کیا یہ سوٹ لے لوں؟؟'' تو اکثر انہیں سنائی نہیں دیتا اور سنائی دے بھی جائے تو بوکھلاہٹ میں منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے ''ہاں دونوں میری گود میں ہیں''۔زنانہ شاپنگ کا سب سے بڑا شکار وہ دکاندار ہوتا ہے جو سارا دن ''باجی باجی'' کرتے کرتے گھر میں بھی کئی دفعہ بیوی کو باجی کہہ بیٹھتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں صرف ''باجیاں'' ہی رہ جاتی ہیں۔کچھ خواتین کو شاپنگ کے دوران اپنے شوہر کا بڑا خیال رہتا ہے، یہ اس پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتیں لہٰذا اکثر رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ دیتی ہیں کہ ''شاپنگ بیگ تم پکڑ لو اور بٹوہ مجھے پکڑا دو''۔یہ پیکو اور دوپٹے رنگنے والے کے پھٹے پر بھی شوہر کو ننگ سی گلی میں اپنے ساتھ ہی رکھتی ہیں بلکہ کئی دفعہ تو خود بیڈ شیٹ کے ڈیزائن دیکھنے لگ جاتی ہیں اور شوہر کو حکم دیتی ہیں ''جاؤ شکیل! پیکو والے سے میرا دوپٹہ لے آؤ''۔شکیل صاحب ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے پیکو والے کے پاس پہنچتے ہیں اور دوپٹے کا تقاضا کرتے ہیں، پیکو والا دوپٹوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے ''پاء جی کیہڑا دوپٹہ سی؟؟؟''۔اور شکیل صاحب کی شکل دیدنی ہوتی ہے۔اکثر خواتین کو یہ شکایت ہے کہ ان کے شوہر ان کے ساتھ کبھی شاپنگ نہیں کرنے جاتے، حالانکہ جو شوہر بیگم کے ساتھ شاپنگ نہیں کرنے جاتا وہ اصل میں ایک دفعہ شاپنگ کے لیے ہمراہ جا چکا ہوتا ہے۔نئے شادی شدہ جوڑوں کو ایک پلیٹ میں کھانا کھانے اور اکٹھے شاپنگ کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے تاہم شادی کے ایک سال بعد ہی دونوں کو احساس ہوجاتا ہے کہ ''قدر کھو دیتا ہے روز اکٹھے ہونا''۔

اس کے باوجود کئی ایسے جوانمرد بھی ہیں جو شادی کے دن سے آج تک اپنی بیگم کے ہمراہ خریداری کرتے ہیں بلکہ کئی ایسے بھی ہیں جن کی اپنی خریداری بھی ان کی بیگم ہی کرتی ہیں۔ایسے مردوں سے اگر پوچھا جائے کہ آپ شیو کس ریزر سے کرتے ہیں تو بے نیازی سے فرماتے ہیں ''بس جو بیگم خرید لائیں''۔یہ بڑے مستقل مزاج شوہر ہوتے ہیں، ان میں سے کئی ایک کو تو یہ بھی پتا ہوتا ہے کہ لان ویل کے کٹ پیس کون سی دکان پر اچھے ملتے ہیں۔یہ بیگم کے ساتھ شاپنگ کر رہے ہوں تو اِس اذیت ناک ماحول میں بھی اتنا انجوائے کرتے ہیں کہ کئی دفعہ کون آئس کریم کھاتے ہوئے بیگم سے شرط لگا لیتے ہیں ''چلو دیکھتے ہیں پہلے کون ختم کرتا ہے''۔تازہ ترین سائنسی تحقیق کے مطابق زنانہ شاپنگ تین گھنٹے سے بارہ گھنٹے تک محیط ہوسکتی ہے خواہ جرابیں ہی خریدنی ہوں۔خواتین کے ہمراہ شاپنگ پر جانے والے اکثر شوہر طویل ترین ڈیوٹی دینے کے باجود بیویوں کی بدترین نفرت کا شکار بن جاتے ہیں اور نفرت کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ بیوی چھ گھنٹے لگا کر جو سوٹ پسند کرتی ہے، گھر آ کر ناپسند ہوجاتا ہے اور اس کا سارا الزام شوہر کے سر آتا ہے ''میں کہہ بھی رہی تھی تھوڑی دیر صبر کر جاؤ میں کوئی اور ڈیزائن دیکھ لوں لیکن تمہیں تو گھر آنے کی پڑی ہوئی تھی''۔اب شوہر بیچارہ کیا بتائے کہ دو دفعہ پیپسی پی تھی، گھر نہ آتا تو کہاں جاتا؟؟؟''۔

زنانہ شاپنگ کے دوران اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ بیگم جس دکاندار کو مہنگا سوٹ بیچنے پر برا بھلا کہہ کر نکل آتی ہیں آدھے گھنٹے بعد شوہر کو اُسی کے پاس وہی سوٹ دوبارہ لینے کے لیے بھیج دیتی ہیں نتیجتاً کئی دفعہ شوہر کی واپسی 1122 کے ذریعے ہوتی ہے۔جو خواتین چاہتی ہیں کہ دوران شاپنگ ان کے شوہر بھی ان کے ساتھ رہیں انہیں چاہیے کہ شاپنگ کے لیے جاتے وقت اپنی کوئی سہیلی بھی ساتھ لے جایا کریں، انشاء اللہ شوہر صاحب نہ چاہتے ہوئے بھی پل پل ساتھ رہیں گے، یہ میرا تجربہ، سوری مشاہدہ ہے۔

(منقول)

# والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل

## لندن اور گردونواح کے ممتاز شعرا وشاعرات نے اپنا اپنا کلام سنایا

(رپورٹ،فوٹوز،امجد مرزا)

ہر ماہ کی پہلی اتوار کو ایک بجے سے چار بجے تک والتھم سٹو(ایسٹ لندن 17 ) کی خوبصورت سنٹرل لائبریری میں لندن کی معروف ادبی تنظیم ’’والتھم فاریسٹ کمیونٹی فورم لندن‘‘ نے اک بار پھر برطانیہ کی ادبی دنیا میں نہایت کامیاب مشاعرہ کا انعقاد کیا۔جس میں علاقہ کے ممتاز شعرا و شاعرات نے شرکت کی اور اپنے خوبصورت کلام سے خوب داد پائی اور سامعین کو محظوظ کیا۔ ایک بجے سے چالیس منٹ تک تمام مہمان چائے کیک اور بسکٹوں سے لطف اندوز ہوکر اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان ہوگئے ۔۔سب سے پہلے اسٹیج کو سجایا گیا۔تنظیم کے صدر جناب ڈاکٹر رشید اختر صاحب کو بلایا گیا جن کے بعد ادبی محفل کی صدارت کے لئے معروف شاعر،کالم نگار اور ’’قندیل ادب‘‘ کے مدیر اعلیٰ جناب عبد الرزاق خاں رانا صاحب جلوہ افروز ہوئے ۔ان کے ساتھ مہمانان خصوصی والتھم فاریسٹ کے کونسلر راجہ محمد انور صاحب اور نیو ہیم کے معروف پنجابی کے شاعر جناب چوہدری محبوب احمد محبوبؔ تشریف فرما ہوئے ۔ نظامت کے فرائض امجد مرزا نے ادا کئے ۔ پروگرام کی ابتدا اللہ پاک کے کلام مقدس کے لئے راجہ محمد الیاس نے تلاوت سے کی۔معروف گلوکار خان صاحب استاد نعیم سلہریا صاحب نے اپنی خوبصورت آواز میں نعت شریف پڑھ کر سماں باندھ دیا۔اس کے بعد مشاعرے کی ابتدا ہوئی اور صاحب نظامت امجد مرزا نے حسبِ معمول پنجابی کی نظم سنائی جس کے بعد انہوں نے پنجابی غزل اپنے ترنم میں سنا کر داد وصول کی۔جس کے بعد اسلم رشید، اسلم چغتائی، آشا عائش، راجہ قربان حسین قربانؔ، عابدہ شیخ، شاہین اختر شاہینؔ، شائق نصیر پوری، فضل کریم مغل، محمد جہانگیر، ،عبد القدیر کوکبؔ، محمود علی محمود،سلطان صابری، راجہ محمد الیاس، کاشف بھٹی ننکالوی، نصیر احمد نصیرؔ بٹ، فیاض عادل فاروقی، راجہ محمد انور، چوہدری محبوب احمد محبوبؔ اور صدر محفل رانا عبد الرزاق خاں نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔استاد نعیم سلہریا صاحب نے معروف شاعرہ محترمہ عابدہ شیخ صاحبہ کی چند نعتوں کو کمپوز کر کے اپنی آواز میں سی ڈی بھر کر انہیں پیش کی۔

والتھم فاریسٹ کی ہائی سٹریٹ کے کونسلر جناب راجہ محمد انور صاحب نے

کہا کہ مجھے آج اس ادبی محفل میں آکر بہت خوشی ہوئی کہ آپ لوگ بارہ سال سے ایک نہایت خوبصورت پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں جس میں لندن اور دور دور سے ادب سے محبت کرنے والے شعرا شریک محفل ہوتے ہیں اور آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات بھی کرتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگلے سال میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی تنظیم کو گرانٹ بھی دلانے کی کوشش کروں گا تاکہ آپ اسی طرح پروگرام کو جاری رکھ سکیں۔ اس پر جنرل سیکریٹری امجد مرزا اور تمام سامعین نے تالیوں سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کی ابتدا میں ہی تمام مہمانوں کی خاطر تواضع چائے کیک بسکٹ سے کی گئی۔ بلکہ اس بار بڑی سی تھرماس میں چائے کا دور پروگرام کے اختتام تک چلتا رہا۔ ہمیشہ کی طرح C44 ٹیلی ویژن کے بلال صاحب نے مشاعرے کی تمام کاروائی کو ریکارڈ کیا اور ٹی وی پر بھی دکھایا جس کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا گیا،۔ چار بجے اختتام پر تنظیم کے صدر ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور اعلان کیا کہ اگلے ماہ کی پہلی اتوار حسب معمول ایک بجے اسی لائبریری میں ادبی محفل کا انعقاد ہوگا جس میں معروف شاعرہ محترمہ سبینہ سحر کے دوسرے مجموعہ کلام ''شام نہ ہونے دینا'' کی تقریب رونمائی ہوگی جس کے بعد مشاعرہ ہوگا۔ دعوت عام ہے۔

***

## احسان کریں تو نسل ضرور چیک کرلیں

ایک شاہین کو شکاری کی گولی نے زخمی کردیا۔ اسی دوران ایک ہرن نے دیکھا تو شاھین کو لیجا کر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپا دیا اور اس کا خوب خیال رکھا کچھ عرصہ بعد شاہین صحت منداور اڑنے کے قابل ہوگیا تو اپنے محسن سے کہا میں اس کا بدلہ کیسے اتاروں گا، ہرن نے کہا اس عمل کا نام احسان ہے اور احسان کو کسی اور پر ایسا ہی عمل کرکے اتار دینا۔ چندروز بعد شاہین نے دیکھا کہ سیلاب کے پانی میں ایک چوہا پھنس کر مرجائے گا اس نے اس کو پانی سے اپنے پنجوں میں لیا اور اپنے گھونسلے میں لے آیا اور اپنے پروں میں چھپا کر گرمائش دی جیسے ہی چوہے کو ہوش آئی اس نے شاہین کے مضبوط پر کاٹنے شروع کردیئے۔ تاہم جیسے ہی شاہین نے پرواز کے لئے چھلانگ لگائی تو گر پڑا اسے ایک بار پھر وہی ہرن نظر آگیا تو اس نے کہا تمہاری احسان والی نصیحت سے مرا ہوں ہرن نے پوچھا تم نے احسان کس پر کیا اس نے جواب دیا کہ چوہے پر تو ہرن نے کہا کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ بے نسلے پر احسان کروگے تو سزا بھی بھگتو گے اس لئے احسان بھی نسل دیکھ کر کرو تاکہ نسلوں پر سے یقین اور اعتماد قائم رہے۔

## اچھی باتیں (ادارہ)

1۔ اللہ تم کو قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔
2۔ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تو کامل مُسلمان ہوگے۔ 3۔ رِزق بندے کو اُس کی موت سے زیادہ تلاش کرتا ہے۔ 4۔ اپنے بھائیوں کو اُن کے ناموں سے بلاؤ اُن کو القاب سے مت بلاؤ۔ 5۔ چیخنا چلانا بعض اوقات رزق کے سامنے روکاوٹ بن جاتا ہے۔ 6۔ ''سلام'' اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس لئے السلام علیکم کو اپنے درمیان پھیلاؤ۔ 7۔ اللہ نرمی پسند کرتا ہے اور نرمی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ 8۔ جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا اللہ اُس پر رحم نہیں کرے گا۔ 9۔ جب مسلمان دُوسرے مسلمان کو سلام کہتا ہے تو فرشتے اُس کا جواب دیتے ہیں۔ 10۔ میں دِن میں ستر (70) مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ 11۔ جب اللہ کسی انسان کو پسند کرتا ہے تو اُسے آزمائش میں مُبتلا کردیتا ہے۔ 12۔ سچ بولنے کی عادت بناؤ کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ 13۔ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوجاؤ تو قرآن کی آخری دوسورتیں پڑھ لیا کرو۔ 14۔ اگر جھک جانے سے تمہاری عزت کم ہوجائے تو قیامت کے دن مجھ سے لے لینا۔ 15۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ 16۔ مریض کی عیادت کرنے والا واپس آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔ 17۔ اُس شخص کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں۔ 18۔ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سِکھائے۔ 19۔ جو مُجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجے اللہ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ 20۔ وقت پر ادا کی ہوئی نماز اللہ کو سب کاموں میں سے زیادہ پسند ہے۔ 21۔ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔
22۔ اُس شخص کا دین نہیں جس میں وعدے کی پاسداری نہیں۔
23۔ سب سے بڑی زیادتی کسی مسلمان کو بے عزت کرنا ہے۔
24۔ تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔
25۔ حَسد سے بچو کیونکہ حَسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔
26۔ یتیم بچوں کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔
27۔ علم کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔
28۔ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں آگ میں ہیں۔
29۔ لوگوں پر آسانی کرو، سختی نہ کرو اور خوشی کی بات سُناؤ، نفرت نہ پھیلاؤ۔
30۔ بھوکے کو کھانا کِھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو رہا کراؤ۔
31۔ سارے انسان بھائی بھائی اور برابر ہیں۔
32۔ ہر مُسلمان پر دُوسرے کی عزت، مال اور خون حرام ہے۔
33۔ جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔
34۔ قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔
35۔ اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا کردیتا ہے۔

# غزلیات

## ساحر لدھیانوی

خودداریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے

ہو کر خرابِ مے ترے غم تو بھلا دیئے
لیکن غمِ حیات کا درماں نہ کر سکے

ٹوٹا طلسم عہدِ محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے

کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

مایوسیوں نے چھین لئے دل کے ولولے
وہ بھی نشاطِ رُوح کا ساماں نہ کر سکے

## قتیل شفائی

کبھی نہ جس کا کوئی اعتبار ہم نے کیا
ستم یہ ہے اسی قاتل سے پیار ہم نے کیا

دیا تو ہوگا کسی اور کو بھی دل اُس نے
مگر کبھی نہ اُسے شرمسار ہم نے کیا

رُلا دیا اُسے ہم نے بھی جھوٹے وعدے سے
اُسی کے تیر سے اُس کا شکار ہم نے کیا

دیا جو دل تو لیا درد اس کے بدلے میں
تمام عمر یہی کاروبار ہم نے کیا

قتیلؔ شام کا پہلا ستارا جانتا ہے
کسی کا صبح تک انتظار ہم نے کیا

## منیر نیازی

اس شہر سنگ دل کو جلا دینا چاہیئے
پھر اس کی خاک کو بھی اُڑا دینا چاہیئے

ملتی نہیں پناہ ہمیں جس زمین پر
اک حشر اُس زمین پر اُٹھا دینا چاہیئے

حد سے گزر گئی ہے یہاں رسمِ قاہری
اس دہر کو اب اس کی سزا دینا چاہیئے

اک تیز رعد جیسی صدا ہر مکان میں
لوگوں کو ان کے گھر میں ذرا آنا چاہیئے

گُم ہو چلے ہو تم تو بہت خود میں اے منیرؔ
دنیا کو کچھ تو اپنا پتہ دینا چاہیئے

## احمد فراز

قربتوں میں بھی جدائی کے بہانے مانگے
دل وہ بے مہر کہ رونے کے بہانے مانگے

ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

یہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لئے
اب یہی ترک تعلق کے بہانے مانگے

اپنا یہ حال کہ جی ہار کے لُٹ بھی چکے
اور محبت وہی پیار پرانے مانگے

دل کسی حال پہ قانع ہی نہیں جانِ فرازؔ
مل گئے تم بھی تو کیا اور نہ جانے مانگے

## ثاقبؔ زیروی

دنیا کو نہ محبوب نہ مطلوب ہوا ہوں
میں آپؐ کا ہوں آپؐ سے منسوب ہوا ہوں

کل تک مرے سائے سے لرز جاتا تھا سورج
آج اپنے ہی سائے سے مرعوب ہوا ہوں

کل تک مرا دامن تھا فرشتوں کی جبینیں
آج اپنی ہی نگاہوں میں معیوب ہوا ہوں

ہر رنگ میں پہچانتا ہوں اُن کی تجلّی
یوں ہوش میں رہتے ہوئے مجذوب ہوا ہوں

کس شہر میں ہیں ان کے تلطف کی ہوائیں
میں دیدہ حالات کا معتوب ہوا ہوں

توفیق بھی دے،ظرف بھی دے،تابِ نظر بھی
کیوں اپنی تجلّی ہی سے محجوب ہوا ہوں

پھر میرے خیالوں کی مسیحائی کو آجا
میں دارِ خیالات پہ مصلوب ہوا ہوں

ہے عشق مجھے شاہدِ لولاکؐ سے ثاقبؔ
کیوں ظلمتِ ایّام کو مرغوب ہوا ہوں

## عبدالمنان ناہیدؔ

ہوتی ہے کبھی سینۂ بریاں کی فغاں بند
تحریر ہے بند تو تقریر و بیاں بند

اب کوئی کرے نالۂ آشفتہ سراں بند
رُکتی ہیں کبھی عرش کو اُٹھتی ہوئی آہیں

ہوتی ہے کبھی سینۂ بریاں کی فغاں بند

یارَبّ مجھے دی طاقتِ پرواز وہ تُو نے
کیا مُجھ پہ کرے گا کوئی اطراف جہاں بند
تُو حشر کا مالک ہے،مگر حشر سے پہلے
مُلّا نے کیا مُجھ پر درِ باغِ جناں بند
ہو اُس کی فضاؤں سے فرشتوں کا گزر کیوں
جس ملک سے ہو جائے موذن کی اذاں بند
اُس عہد میں ناہیدؔ ہوئی میری زباں بند
جائز ہے کہ پتھر برستے رہیں تُم پر
لیکن ہے رہِ حفظ و اماں شیشہ گراں بند

## محسن نقوی

وہ جو خود پیروی عہد وفا کرتا تھا
مجھ سے ملتا تھا تو تلقین وفا کرتا تھا
اس کے دامن میں کوئی پھول نہیں میرے لیے
جو میری تنگی دامن کا گلہ کرتا تھا
آج جو اس کو بلایا تو وہ گم سم ہی رہا
دل دھڑکنے کی جو آواز سنا کرتا تھا
آج اس نے میری ہر بات کے معنی پوچھے
جو میری سوچ کی تفسیر لکھا کرتا تھا
اس کی دہلیز پہ صدیوں سے کھڑا ہوں محسنؔ
مجھ سے ملنے کے جو لمحات گنا کرتا تھا

## عدیم ہاشمی

پھر بھی بیٹھی ہے خزاں باغ کی دیوار کے ساتھ
جبکہ پتہ بھی نہیں ہے کوئی اشجار کے ساتھ
تم بڑے لوگ ہو سیدھے ہی گزر جاتے ہو
ورنہ کچھ تنگ سی گلیاں بھی ہیں بازار کے ساتھ
مرے اشکوں پہ تجھے اتنا تعجب کیوں ہے
تو نے چشمے نہیں دیکھے کبھی کہسار کے ساتھ
میں نے پہچان لیا دور سے گھر تیرا ہے
پھول لپٹے ہوئے دیکھے جہاں دیوار کے ساتھ
لفظ نشتر کی طرح دل میں اُتر جاتے ہیں
خط محبت سے بھی لکھتا ہے وہ تلوار کے ساتھ

## ثمینہ راجہ

رو لیجئے کہ پھر کوئی غمخوار ہو نہ ہو
ان آنسوؤں کا اور خریدار ہو نہ ہو
کچھ روز میں یہ زخم چراغوں سے جل بجھیں
کچھ روز میں یہ گرمیٔ بازار ہو نہ ہو
عجلت بہت ہے آپ کو جانے کی جایئے
لوٹیں تو پھر یہ عشق کا آزار ہو نہ ہو
سو جائے تھک کے پچھلے پہر چشمِ انتظار
اور کیا خبر کہ بعد میں بیدار ہو نہ ہو
دل کو بہت غرور کشیدہ سری بھی ہے!
پھر سامنے یہ سنگِ درِ یار ہو نہ ہو

## نورالجمیل نجمی

ہو رہی ہے یہ گفتگو مجھ میں
کیوں پھرتا ہے بے وضو مجھ میں
اک طرف نور اک طرف ظلمت
جنگ جاری ہے چار سو مجھ میں
ایک مجذوب تیری یادوں کا
رقص کرتا ہے کُو بہ کُو مجھ میں
مِیل بہ مِیل دوڑتا جائے
کون ایسا ہے تُند خو مجھ میں
دیکھ کر آنکھ محو حیرت ہوں
کون بھرتا ہے یہ صبو مجھ میں
نیم شب ایک ہٹ دَھرم آنسو
ہوئے بیٹھا ہے قبلہ رُو مجھ میں
مثلِ خوشبو ہے سانس میں شامل
اب ٹھکانے لگا ہے تُو مجھ میں
پہلے بس ایک زخم چیخا تھا
ہوگیا شور ہی شروع مجھ میں
ہورہی ہے شکست سے دوچار
جیت جانے کی آرزو مجھ میں
نفس آکاس بیل ہے نجمیؔ
جس سے ہوتی نہیں نمو مجھ میں

## فرزانہ فرحت

مت کہو ریاضت کا کچھ صلہ نہیں ملتا
اس کے در سے بتلا وٗ تم کو کیا نہیں ملتا
دل کا صاف ہونا ہی شرط ہے عبادت کی
دل میں کھوٹ رہ جائے تو خدا نہیں ملتا
شکوہ و شکایت کو دل میں پال مت رکھو
چاہتوں کی دنیا میں تو گلہ نہیں ملتا
میرے چار سو کیسی ایک اجنبیت ہے
بھیڑ میں کوئی مجھ کو آشنا نہیں ملتا
لوگ جانے کتنے ہی دوست بن کے ملتے ہیں
دوست آجکل لیکن باوفا نہیں ملتا
چل رہی ہوں مدت سے جانے کس طرف فرحتؔ
مجھ کو اس مسافت میں راستہ نہیں ملتا

## عبدالجلیل عباد

کسی سے بھی زمانے میں عداوت ہم نہیں کرتے ہم
عادی ہیں محبت کے سونفرت ہم نہیں کرتے
پرکھنا ہے پرکھ ڈالو صداقت کی کسوٹی پہ
جوکہتے ہیں وہ کرتے ہیں سیاست ہم نہیں کرتے
گلے ملتے ہیں ہررنگ ونسل سے بے غرض ہوکر
کبھی جذبات کی لوگو! تجارت ہم نہیں کرتے
کئی ادوار آتے ہیں زمانوں پر تباہی کے
دعااب ترے آنے کی قیامت ہم نہیں کرتے
کبھی یادوں کی لہریں جب کنارے توڑنا چاہیں
تو پھر اشکوں کی دنیا سے بغاوت ہم نہیں کرتے
جو دل کو اچھا لگتاہے، اسی کو دوست کہتے ہیں
منافق بن کے رشتوں کی سیاست ہم نہیں کرتے
ہم اپنی بات دُہرانے کے عادی ہی نہیں یارو
جونہ سمجھے کوئی گر تو وضاحت ہم نہیں کرتے

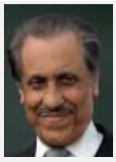

## عبداللہ خالد

سکوتِ شب کے کس انجان لمحے میں خدا جانے
ہوا احساس کے کاغذ پہ لکھ جاتی ہے افسانے
دل اُن کا آشنا پیہم وہ دل سے مستقل برہم
الٰہی ! سخت مشکل ہے، نہ وہ سمجھیں نہ دل مانے
وہی حالت ہوئی ہے تم سے وابستہ اُمیدوں کی
بکھر جاتے ہیں جیسے ٹُوٹ کر تسبیح کے دانے
جواپنے ہونہیں سکتے سدا اُن کی طلب کی ہے
کہیں ہم سا بھی سادہ دل کوئی دیکھا ہے دنیا میں
وہ میرے ساتھ ہےلیکن، دیارِ دل میں ہیں ابتک
وہی پر ہول سناٹے، وہی مانوس ویرانے
دمِ سوز و گدازِ عشق سے خالی ہو دل جس کا
تری حالت کو اے خالدؔ وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے

## سُہیل احمد سُہیلؔ

ایسے بھی کوئی ماہر و فنکار نہیں تھے
خود دار تھے ، خود ساختہ کردار نہیں تھے
آزاد فضاؤں میں پرندوں کی طرح تھے
جب تیری محبت میں گرفتار نہیں تھے
قسمت نے ہمیں بھیج دیا کیوں ترے در پر
مطلوب تھے اُلفت میں، طلبگار نہیں تھے
نقصان ہمارا ہی محبت نے کیا کیوں
اے عشق، ہم اتنے تو گنہگار نہیں تھے
اب کوئی بھی چہرہ ہمیں اچھا نہیں لگتا
ہم حُسن سے اتنا کبھی بیزار نہیں تھے
کچھ ساتھ ہمارا اسے منظور نہیں تھا
ہم اُس سے بچھڑ نے کو بھی تیار نہیں تھے
ہم کون تھے، اب کیا ہیں، ہمیں کچھ نہیں معلوم
بے بس تھے مگراتنے بھی لاچار نہیں تھے

## پرویز ساحرؔ ایبٹ آباد

میں سمجھ کر بھی مرے یار سمجھتا ہی نہیں
یعنی دیوار کو دیوار سمجھتا ہی نہیں
چاہتاہے کہ میں چاہوں اُسے اوروں کی طرح
میری چاہت کا وہ معیار سمجھتا ہی نہیں
اِس لئے بڑھتا چلا جاتاہے آزار مرا
میں کہ آزار کو آزار سمجھتا ہی نہیں
جاگتے میں بھی مجھے خواب نظر آتے ہیں
اس لئے خو دکو میں بے دار سمجھتاہی نہیں
چاہے ٹوٹا ہوا آئینہ ہو ،یا ذرّہء خاک
میں کسی چیز کو بے کار سمجھتا ہی نہیں
کوئی دیکھے تو مجھے کس لئے دیکھے ،ساحرؔ!
خود کو میں رونقِ بازار سمجھتا ہی نہیں

## خالد شریف

نہیں جانِ جہاں ایسا نہیں ہے
یہ بندھن ٹوٹنے والا نہیں ہے
نہ اُترے گا تمہارے پیار کا رنگ
یہ دھیما ہے مگر کچا نہیں ہے
میں اپنی رُوح دے کر جسم لے لوں
یہ سودا اس قدر سستا نہیں ہے
کھلی ہیں کھڑکیاں مگر مکاں گم
اُن آنکھوں کے تلے چہرہ نہیں ہے
ابھی کچھ دیر پہلے سوچتے تھے
کہ دنیا میں کوئی ہم سا نہیں ہے
جدا ہونے کا اس موسم میں خالدؔ
اُسے بھی دُکھ ہے پر اتنا نہیں ہے

## نامعلوم

تب یاد بہت تم آتے ہو
جب رات کی ناگن ڈستی ہے
نس نس میں زہر اُترتا ہے
جب چاند کی کرنیں تیزی سے
اس دل کو چیر کے آتی ہیں
جب آنکھ کے اندر ہی آنسو
زنجیروں میں بند جاتے ہیں
سب جذبوں پہ چھا جاتے ہو

تب یاد بہت تم آتے ہو
جب درد کی جھانجر بجتی ہے
جب رقص غموں کا ہوتا ہے
خوابوں کی تال پہ سارے دُکھ
وحشت کے ساز بجاتے ہیں
گاتے ہیں خواہش کی لے میں
مستی میں جھومتے جاتے ہیں
سب جذ بوں پہ چھا جاتے ہو
تب یاد بہت تم آتے ہو

## خیمہء مہ وشاں
## آدم چغتائی

کیونکر چھپائیں فطرت کی روشن نشانیاں
چل کر جگائیں سینوں میں حکمت بیانیاں
حادثاتِ غم نے کہنے نہ دی دل کو دل کی بات
خوشیوں کی آبِ جُو میں ہے کہاں ریشہ دوانیاں
مشقِ تصور ہے کہ حقیقت میں ہے اُن سے پیار
فصلِ بہار کی ہیں یہی ہیں زندہ کہانیاں
تقریب ہے خوشیوں کی پُشتِ وفا پہ آج
زندہ رہیں گی تا ابد سب مہربانیاں
ہر نفس ہی اُفق ہے اپنے خیال میں
فطرت کے حجابات کی ہیں یہ روانیاں
جس تقریب کے اعزاز کا سہرہ ہے ایازؔ پر
لے کر اُٹھا ہے چاند بھی حسن کی رعنایاں
آج پھر تاریخ کے ماتھے پہ ہے خوشیوں کا ہار
آج پھر ناموسِ قیصرہ کی ہیں جواں پہنائیاں
وقفِ حادثات نہیں آدمؔ کی یہ باتیں
حُرمتِ دوستی میں بجی ہیں آج شہنائیاں

## عبدالسلام اسلام

نشے کا اِک اثر دیتے ہیں صبح و شام نظروں سے
پلائے جا رہے ہیں بادہء گلفام نظروں سے
نہیں منت کشِ ساقی رہی تشنہ لبی میری
پلایا ہے کسی نے یارب جام نظروں سے
سمجھ لیتا رہا ہوں جو رمزِ دلربا اُن کی
تو وہ دیتے رہے ہیں جانفزا پیغام نظروں سے
اثر اکسیر رکھتا ہے گر سوزِ نفس اُن کا
تو ہر دم بانٹتے ہیں وہ شفائے عام نظروں سے
نہیں رکھتے ہیں وہ تیغ و تفنگ و لشکر و دولت
کئے جاتے ہیں چپکے چپکے اپنا کام نظروں سے
جوں ہی دیکھی جبیں اُن کی ہوا خورشید شرمندہ
اُدھر گہنا گیا یک دم وہ ماہِ تام م نظروں سے
مٹائے عشق والوں کو بھلا دورِ فلک کیونکر
پلٹ دیتے ہیں اُٹھ کر گردشِ ایّام نظروں سے
جھلک تسکیں فضا اُن کی تو چشمک صورتِ نشتر
سکوں دے کر مگر ہیں لوٹتے آرام نظروں سے
فقط اسلامؔ گرویدہ نہیں اُن کی نگاہوں کا
ہوئے جاتے ہیں شاہانِ جہاں بھی رام نظروں سے

## عبدالحمید خلیق

سب جہاں دُشمن ہے اپنا بس تو ہی اک دیار ہے
تو ہمیں ہے پیار کرتا ہم کو تجھ سے پیار ہے
تیرے سب احکام مِن وعَن بجا لاتے ہیں ہم
کوئی بھی ایسا نہیں اس سے جسے انکار ہے
سب اَطعنا کہہ کر کرتے ہیں سرِ تسلیم خم
بالیقیں ہر احمدی تیرا ہی تابعدار ہے
کوئی مشکل کی گھڑی ہو ہم تو گھبراتے نہیں
بس تُو ہی مشکل کشا ہے سب کو یہ اقرار ہے
جاں نثاری کی ضرورت دین کو جب جب پڑی
سر ہتھیلی پر لئے ہر احمدی تیار ہے
تیری رحمت کی رِدا ہم پر رہی ہر ایک پل
ہر عدوِ دیں کیا تو نے ذلیل و خوار ہے
کی عطا تونے ہمیں فتح و ظفر ہر ایک گام
اپنے پیاروں سے تیرے پیار کا اظہار ہے
دلبرا ہم ہیں تیرے در کے سوالی اور فقیر
غیر کے در پر سر جھکانا عبث اور بیکار ہے
ہر مخالف کو کیا تو نے ہی بے نام و نشاں
کاروانِ احمدیت کا تو خود سالار ہے
تیرے پیاروں سے صدقِ دل سے سبھی کرتے ہیں پیار
ورطہ حیرت میں گم ہوں مجمع اغیار ہے
تیری رحمت تو وسیع تر ہے گناہوں سے میرے
ڈھانپ لے ہر معصیت تو ہی خدا ستار ہے
عرض کرتا ہے بچشم تر تیرا عبدِ خلیقؔ
روزِ محشر بخش دیجو تو بڑا غفار ہے

## عبدالقدیر کوکب

ہاتھ ہم سے ذرا تو ملا کے بھی دیکھ
اپنے دل میں تو ہم کو بسا کے بھی دیکھ
تجھ پہ جاں کو نچھاور بھی کر دیں گے ہم
تو ذرا ہم کو اب آزما کے بھی دیکھ
دل لُٹانے کا اپنا ہی ہے اک مزا
تو بھی اپنا ذرا دل لُٹا کے بھی دیکھ
ہم امیں ہیں تمہاری اک بات کے
رازداں ہم کو تو اپنا بنا کے تو دیکھ

تیرے ہاتھوں سے پی لیں گے ہم زہر بھی
ہے کوئی شک تمہیں تو پلا کے بھی دیکھ
نظریں تجھ سے ہی دوچار کرتے ہیں ہم
پردہ اپنا ذرا اُٹھا کے بھی دیکھ
تو بلائے تو کیسے نہ آئیں بھلا
جب بھی چاہے تو ہم کو بُلا کے بھی دیکھ
ہم ہیں پروانے شمع پہ مر مٹتے ہیں
دل کی شمع ذرا تو جلا کے بھی دیکھ
ڈر رہے ہو کہ شاید نہ مانیں گے وہ
دل میں تصویر اُن کی سجا کے بھی دیکھ
غم کا اظہار نہ کوکبؔ ہر اک سے کر
اپنا غم تو خدا کو بتا کے بھی دیکھ

## ہدایت اللہ شاد

خوش ہو مخلوقِ خدا جس سے وہ انسان بنو
شرفِ انساں کے لئے سایہ رحمن بنو
جاہ و حشمت کی تمنا نہ کرو ہرگز تم
خدمتِ خلق سے مخدوم کی پہچان بنو
کردو کردار سے ماحول کو جنت کی نظیر
جب بھی ہو ظلم فرو کرنے کے سامان بنو
مہک سے اپنی زمانے کو معطر کردو
سب بنو پھول، پھلو پھولو گلستان بنو
دنیا سے دل کا لگانا بھی تو کچھ ٹھیک نہیں
چھوڑو حرص و ہوا، راہ کے مہمان بنو
محفلِ بد سے بچو نیکوں کی صحبت میں رہو
دعوت دینی کے لئے حاملِ قرآن بنو
''عقل کو دیں پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز''
پیکرِ شرم و حیا، تابع فرمان بنو
''خدمتِ دیں کو اک فضلِ الہیٰ جانو''
فضل ہو مدّ نظر شاکرِ احسان بنو
طفل و خادم ہو یا انصار میں ہو شامل تم
جو بھی ہو ٹھیک اگر عاملِ قرآن بنو

## ہدایت اللہ شاد

ہم اجنبی ہیں لمبی رفاقت کے باوجود
دل منتشر ہیں ایک شراکت کے باوجود
اِک دوسرے کو دیتے ہیں الزام روز و شب
بچتے نہیں ہیں شر سے شرافت کے باوجود
احساس غلطیوں کا ہوتا تو ہے کبھی
لاتے نہیں زباں پہ ندامت کے باوجود
وردِ زباں ہے عاجزی و صلح و آشتی
دل دور ہیں زباں کی حلاوت کے باوجود
ہر عمل ہے انا کی تسکین کے لئے
ہیں نفس کے غلام عبادت کے باوجود
لب پر ہے ذکرِ قرآن، دل ہیں قرآن سے دُور
ہیں بے قرآں، قرآن کی تلاوت کے باوجود

## مبارک صدیقی

دعا میں التجا نہیں تو عرضِ حال مسترد
سرِشت میں وفا نہیں سو جمال مسترد
ادب نہیں تو سنگ و خشت ہیں تمام ڈگریاں
جو حُسنِ خُلق ہی نہیں تو سب کمال مسترد
عبث ہیں وہ ریاضتیں جو یار نہ منا سکیں
وہ ڈھول تھاپ بانسری وہ ہر دھمال مسترد
کتابِ عشق میں یہی لکھا ہوا تھا جابجا
بجز خیالِ یار کے ہر اک خیال مسترد
کہو، سنو، ملو مگر بڑی احتیاط سے
مٹھاس بھی تو زہر ہے جو اعتدال مسترد
وہ شخص آفتاب ہے میں اک چراغِ کج ادا
سو اُس حسین کی بزم میں مِری مجال مسترد
حسابِ عمر دیکھ لو کہ پھر پُل صراط پر
یہ نفس کے اگر مگر فریب چال مسترد

## مسلم سلیم

سورج کے ساتھ ساتھ وہ رہتا سفر میں ہے
دیوار ہے تھمی ہوئی سایہ سفر میں ہے
ملتا ہے کوئی گر تو بچھڑتا بھی ہے کوئی
رشتوں کا اک عجیب تماشا سفر میں ہے
کھڑکی سے بس دِکھتی ہے ہر شئے رواں رواں
بچہ سمجھ رہا ہے کہ دنیا سفر میں ہے
منزل کب آگئی نہیں چلتا ہے کچھ پتہ
ساتھی کوئی حسین جو ملتا سفر میں ہے
دنیا ہے قدموں میں گھر سے نکل کے دیکھ
پل پل ترقیوں کا اشارہ سفر میں ہے
تو رُک گیا تو کیا ہوا مسلمؔ ذرا یہ دیکھ
گردش میں ہے زمین زمانہ سفر میں ہے

## شائق نصیر پوری

یہ موت سوچو کہ دیوانگی کی بات کرتے ہیں
غزل کے رُوپ میں ہم زندگی کی بات کرتے ہیں
چمکتے ہیں لہو میں جن کے جگنو، چاند اور سورج
اندھیروں میں وہ پل پل روشنی کی بات کرتے ہیں
ہماری زندگی کی رمز تم شاید نہ سمجھو گے
خودی میں رہ کے بھی ہم بےخودی کی بات کرتے ہیں
جہالت پرورش پاتی ہے ہر دم جن کے ذہنوں میں

یہی وہ لوگ ہیں جو آگہی کی بات کرتے ہیں
جو اپنی آستین میں پرورش کرتے ہیں سانپوں کی
وہی شائقؔ ہمیشہ دوستی کی بات کرتے ہیں

## عذرا ناز

شاید کہ مرے پاس تدبر کی کمی تھی
یا میرے مقدر پہ کوئی برف جمی تھی
پھر تم نے مری زیست میں ہلچل سی مچا دی
مشکل سے توحالات کی رفتا تھمی تھی
حالات نے جب مجھ کو بنا ڈالا تھا پتھر
پھرمیرے لئے کوئی خوشی تھی نہ غمی تھی
اب کیسے کہیں کیسا تھا وہ ضبط کا عالم
ہونٹوں پہ تبسم تھا تو آنکھوں میں نمی تھی
یا اُس کے ارادوں میں کوئی کھوٹ تھی عذراؔ
یا میری محبت میں کہیں کوئی کمی تھی

## ثمین سیف

اب اُمید بہار مت کرنا
تم خزاں میں سنگھار مت کرنا
جارہی ہوں تلاش میں اپنی
اب مرا نتظار مت کرنا
عشق کا زہر ہے رواں مجھ میں
مجھ کو زندہ شمار مت کرنا
جانچنے کے لئے نشانے کو
تم پرندے شکا رمت کرنا
اُس کو رُخصت خوشی خوشی کردو
آنکھ کو اشکبار مت کرنا
تم کو دیرینہ دوستی کی قسم
مجھ پہ چپکے سے وار مت کرنا
لاج رکھنا ثمینؔ چاہت کی
درد کو آشکار مت کرنا

## فرزانہ غوری

پیمانِ وفا تم سے کیا پورا نہ کریں گے
چاہے نہ تمہیں ایسا تو وعدہ نہ کریں گے
آنسو سرمژگاں چھلک آئے ہیں توان کو
ہم ضبط کریں گے کبھی رویا نہ کریں گے
جس میں کوئی احساسِ دوئی کا بھی ہو امکان
اے دوست کبھی ایسی تمنا نہ کریں گے
اے رشکِ چمن تو نے چمن چھوڑ دیا کیوں
اب پھول بھی تیرے بنا مہکا نہ کریں گے
ہیں اپنی محبت میں انا شرم و حیا بھی
ہم عشق میں جذبات کا سودا نہ کریں گے
ایک پل کے لئے دیکھا تھا اس ماہتاب کو
ماہِ تمام کا کبھی چرچا نہ کریں گے
جی جان سے چاہیں گے ہم فرزانہؔ اسی کو
مر جائیں گے لیکن اسے تنہا نہ کریں گے

## زیب النساء زینی

جو کہتا ہے ، وہ کہہ بیٹھے گا ، عشق نشہ لب میرا
گراں گزرے گا اُن کو، آج ہونا بے ادب میرا
مجھے ذاتوں میں ناحق کردیا تقسیم دنیا نے
قبیلہ عشق ہے میرا، محبت ہے نسب میرا
کرم جتنا وہ کرتے ہیں طلب اتنی ہی بڑھتی ہے
خدا جانے کہاں جا کر رُکے ، رخش طلب میرا
کمی بیشی پہ محبت کررہے ہیں بعض ناشکرے
بقدرِ ظرف ہی دیتا ہے روزی سب کو رب میرا
تمہارے نام کی رٹ ہے، تمہارا سر میں سودا ہے
تمہارا نام ہوگا لب پہ ، دم نکلے گا جب میرا
مکاں سے لامکاں تک اپنا، ساری کائنات اپنی
وہ ہوگیا تو ہوگیا، یہ سب کا سب میرا
میں زادِ راہ جمع کررہی ہوں آج کل زینیؔ
خدا جانے کہ اُوپر سے بلاوہ آجائے کب میرا

## شگفتہ شفیق

وہ مجھے ہمسفر نہیں لگتا
وہ جو میرا ہے پر نہیں لگتا
میں اسے صاف کہنا چاہتی ہوں
وہ مجھے معتبر نہیں لگتا
جو بھی آتا ہے خیر پاتا ہے
یہ بخیلوں کا در نہیں لگتا
وہ ہراک بات جان جاتا ہے
مجھے وہ بے خبر نہیں لگتا
میں تو ہرجائیوں سے ڈرتی ہوں
مجھ کو سانپوں سے ڈر نہیں لگتا
غیر سے مل کے مسکراتے ہو
میری آہوں سے ڈر نہیں لگتا
بن تمہارے میں سچ کہوں بچو
یہ شگفتہ کا گھر نہیں لگتا

## گلِ رابیل

پاؤں جوں ہی شباب میں رکھا
تجھ کو دل کی کتاب میں رکھا
نظر بد سے بچانے کی خاطر

تیرا چہرہ نقاب میں رکھا
چاند تجھ کو بنا کے چاہت کا
آرزُو کے سحاب میں رکھا
میں ہوں نازاں پسند پر اپنی
جو تجھے انتخاب میں رکھا
دیکھ کر حسن بے حساب ترا
شکر ہے دل حساب میں رکھا
اس سے بڑھ کر ہوکیا کوئی تحفہ
خود کو تیری جناب میں رکھا
تیری غزلوں کا دیکھ کر انداز
عاشقی کے نصاب میں رکھا

## ثریا سمین

کیا کہتی ہے ؟؟تتلی پھولوں سے
کوئی پوچھے جنگلی کانٹوں سے
کلیوں کا شبنم سے کیا رشتہ ؟؟
کوئی پوچھے اجلی صبحوں سے
من آنگن میں کتنی ویرانی ؟؟
کوئی پوچھے روتی شاموں سے
کیوں آبستے ہیں یہ آنکھوں میں؟
کوئی پوچھے خبطی خوابوں سے
خوابوں کی قیمت کیا ہوتی ہے ؟؟
کوئی پوچھے زخمی آنکھوں سے
کیا زخمی آنکھیں بھی سوتی ہیں ؟
کوئی پوچھے جلتی راتوں سے
اب کیوں دل پگلا پگھلاتی ہیں
کوئی پوچھے تیری یادوں سے
مزہ جیون کا تانا بانا
کوئی پوچھے اٹکی سانسوں سے

## ہاجرہ نورزریاب

کہنے کو ایک شام سہانی ہے زندگی
لیکن ہر ایک غم کی جوانی ہے زندگی
یہ کیاتھی اور تم نے اسے کیا بنا دیا
آجاؤ اب کہ تم کو دکھانی ہے زندگی
کہتے ہیں لوگ جس کو وفا جانتے ہیں ہم
اس لفظ سے ہی رات کی رانی ہے زندگی
شرمندہ ہوکے رنج و اَلم خود ہی لوٹ جائیں
ہم کو اب اس مقام پہ لانی ہے زندگی
اک عمر سے میں تلخیاں پی پی کے تھک گئی
اب راستے سے اپنے ہٹانی ہے زندگی
اُڑتی ہے آسمانی فضاؤں میں آج جو
کل موت کے حصار میں آنی ہے زندگی
زریابؔ اس کو خاک میں ملنا ہے ایک دن
یعنی کی بے معنی کہانی ہے زندگی

## شیریں سید

پھر سرِعام نیا درد سنایا جائے
بزمِ یاراں میں کوئی جشن منایا جائے
کتنا مشکل ہے شبِ غم کے فسانے لکھنا
خون رو رو کے رگِ جاں کا بہایا جائے
خوف آتا ہے سرشام اکیلے پن سے
پھر تری یاد کو پہلو میں سلایا جائے
میکدے بند رہیں ساغر و مینا نہ ملے
مست آنکھوں سے اُنہیں جام پلایا جائے
جن کو خود اپنی وفاؤں کا بھی اب پاس نہیں
آئینہ پھر سے انہیں آج دکھایا جائے
تاجِ شاہی کی بھی وقعت نہیں رہتی شیریں
عشق کا تاج اگر سر پہ سجایا جائے

## مسعود چودھری

کوئی نامہرباں پھر مہرباں ہے
یہ میری خامشی کا امتحان ہے
سلگ اُٹھی یہ چنگاری سی کیسی
جدھر نظریں اُٹھاتا ہوں دُھواں ہے
یہ کس نگری میں آئے ہم، یہاں تو
اندھیرا روشنی کا ترجماں ہے
تپش سورج کی جھُلسا دے نہ مجھ کو
نہ سایہ ہے نہ کوئی سائیباں ہے
بدل لی وقت نے رفتار شاید
یقین کہتے ہیں جس کو وہ گماں ہے
سمائیں گے اس دھرتی میں ہم سب
یہ دھرتی در حقیقت اپنی ماں ہے
یہ ہم دونوں جو رہتے ہیں کشیدہ
کوئی غیبت کناں تو درمیاں ہے
زمین دُشمن اگر ہے تو نہیں غم
کہ ساتھ اپنے ہمارا آسماں ہے
میں جس کی یاد میں مسعودؔ گُم ہوں
وہ مجھ کو بھولنے والا کہاں ہے

## ارشد ملک رامش

گلاب چہرہ تھا گرد اَلم سے اَٹ کر بھی
پتنگ اُڑتی رہی تھی فضا میں کٹ کر بھی
نہ اُسکی آنکھ ہے روشن نہ مرے لب پر گیت
یہ حبس رہنے دیا بادلوں نے چھٹ کر بھی

یہ عشق میں میری سب سے عجیب عادت
میں سوچتا ہوں اُسے آرزو سے ہٹ کر بھی
محبتوں میں نہیں فاصلوں کے ہم قائل
کہ اب بھی ایک ہیں اتنے گھروں میں بٹ کر بھی
جدائیوں میں ہوا یہ بھی سانحہ رامشؔ
میں سو سکا نہ تیری یاد سے لپٹ کر بھی

## عبدالصمد قریشی

کون سے درد تھے جو مجھ پہ اُچھالے نہ گئے
میری فطرت سے مگر میرے اُجالے نہ گئے
کبھی زنداں کو کبھی دار کو چوما ہنس کر
عشق والوں کے یہ انداز نرالے نہ گئے
زیست کا حسن تھے جو خُلد نشین ہوتے گئے
شہر سے اپنے قضا بانٹنے والے نہ گئے
یوں تو کر بیٹھے تھے وہ ترکِ تعلق مجھ سے
ان کی باتوں سے مگر میرے حوالے نہ گئے
وہ مٹاتے رہے ورقوں پہ لکھا نام میرا
پر نصابوں سے میرے حرف نکالے نہ گئے
اُس کی آنکھوں میں کوئی مکین تھا شاید
دل کے دریا میں لرزتے ہوئے ہالے نہ گئے

## جمہور کی شہزادی

(بے نظیر بھٹو کے لئے)

یزیدیت کے راج میں پھر ایک سر ہے دار پر
خزاں نے وار کر دیا ہے آج پھر بہار پر
لہولہو ہے کون ہے، یہ سرخ رُو ہے کون ہے؟
یہ راہِ حق کی آبرو ہے، جستجو ہے، کون ہے؟
مسل دیا گیا ہے جو یہ کون سا گلاب ہے؟
زمیں پہ کون بچھا یہ کون آفتاب ہے؟
یہ حریت کی راہ آج کس نے اختیار کی؟
لہو میں کس نے ڈوب کر وفا کی نہر پار کی؟
وہ تیر تھی کمان تھی وہ عزم کا نشان تھی
بلاولوں کی شان بخت آوروں کی جان تھی
وہ پھول سے کشید تھی وہ عطر کی نوید تھی
وہ خود بھی سرخرو ہوئی کہ دفترِ شہید تھی
وہ کوگ تھی فرید کی وہ ماروی کا رُوپ تھی
وہ گرمیوں کی چھاؤں تھی وہ سردیوں کی دُھوپ تھی
وہ تیغِ آب دار تھی، وہ قوم کی پکار تھی
فدا تھیں اس پہ نصرتیں، وہ مثلِ ذوالفقار تھی
غزل تھی وہ فرازؔ کی وہ نظم تھی منیرؔ کی
کہاں ملے گی اب کوئی نظیر بے نظیر کی
ندا، جدا جدا، سہی لبوں پہ ایک بات ہے
"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے"

## جلیلؔ نظامی قطر

بعض اوقات ہمنواؤں کی
بے رُخی نیک فال ہوتی ہے
بات جو حسبِ حال ہوتی ہے
آپ اپنی مثال ہوتی ہے
بارشِ گل سے بھی کبھی دل کی
سر زمیں پائمال ہوتی ہے
دسترس میں جو شئے نہیں ہوتی
وہ بڑی باکمال ہوتی ہے
اصل مجرم جواں دلوں کے بیچ
گردشِ ماہ و سال ہوتی ہے
بعض اوقات ہمنواؤں کی
بے رُخی نیک فال ہوتی ہے
زہر قاتل سخنوری کے لئے
فکر اہل و عیال ہوتی ہے
شعر ہوتے تو ہیں جلیلؔ اکثر
شاعری خال خال ہوتی ہے

## ڈاکٹر طارق انور باجوہ

سانوں رہن اڈیکاں یار دیاں
اساں پایاں پینگاں پیار دیاں
سانوں رہن اڈیکا ں یار دیاں
اونہوں ویکھ کلیجے ٹھنڈ پینڈی
رُتاں آوندیاں فیر بہار دیاں
جدوں آوے سوہنا یار سجن
اہ جھاتیاں مار کے کیہندے نیں
ایہ کیس مٹی دا بنیا اے
جدے اگّے قوماں ہار دیاں
اوہدے سُکھ وکھرے، اوہدے دُکھ
وکھرے اوہدا اُٹھنا بہنا ہورای اے
اوہدی تانگ کھلوکے رب اَگے
میں ساری رات گزار دیاں
جدوں دنیا وچ ہنیرا سی
ہر پاسے ظلم دا گھیرا سی
اک سورج چڑھیا رحمت دا
کیہہ گلاں اوس چمکار دیاں
اونیں یار دا مُکھ وکھا دتا
سب کھول کے وی سمجھا دتا
نئیں اوہدے ورگا ہور کوئی
نئیں ریساں اوس سرکار دیاں
میں ویکھاں اُسدے بُوہے وَل
جدّ وی اوکھا ویلا آوے
اوہ پیاں نظراں پیار دیاں

میری ڈبدی بیڑی تار دیاں
کہیہ گل کراں میں تیرے بناں
ہن کِسراں اوس نوں سمجھاواں
نئیں ریہہ سکدا میں تیرے بناں
ہُن کر گلاں دیدار دیاں
توں وی عاشق ہوجا اوہدا
جے اونہوں جاننا چاؤہناں ایں
آیہہ گلاں دل دیاں گلاں ہن
نئیں دنیا دے دربار دیاں

## رشید قیصرانی

مانا وہ ایک خواب تھا دھوکا نظر کا تھا
اس بے وفا سے ربط مگر عمر بھر کا تھا
خوشبو کی چند مست لکیریں اُبھار کر
لوٹا اُدھر ہوا کا وہ جھونکا جدھر کا تھا
نکلا وہ بار بار گھٹاؤں کی اوٹ سے
اس سے معاملہ تو فقط اک نظر کا تھا
تم مسکرا رہے تھے تو شب ساتھ ساتھ تھی
آنسو گرے تھے جس پہ وہ دامن سحر کا تھا
ہم آج بھی خود اپنے ہی سائے میں گھر گئے
سر میں ہمارے آج بھی سودا سفر کا تھا
صحرا کے سر کی مانگ ہے اب تک وہ اک لکیر
حاصل جسے غرور تری رَہ گزر کا تھا
کالی کرن، یہ گنگ صداؤں کے دائرے
پہنچا کہاں رشیدؔ ارادہ کدھر کا تھا

## ساجد محمود رانا

نیند میں ہی گنوا دیئے میں نے
خواب تھے اور سُلا دیئے میں نے
اس قدر بدن سے آگ اٹھی
شعر سارے جلا دیئے میں نے
کچھ پرندے شجر سے چمٹے رہے
کچھ پرندے اُڑا دیے میں نے
چند وعدے جو دل پہ نقش ہوئے
چند وعدے بھلا دیے میں نے
تیرگی اس قدر پسند آئی
دیپ جلتے بجھا دیے میں نے
یونہی آنکھوں کو اَشکبار کیا
یونہی دریا بہا دیئے میں نے
راز سینے میں دفن تھے ساجدؔ
آئنے کو بتا دیئے میں نے

## رفیع رضا

بوجھ سجدے میں بہت سر سے اُتارا اپنا
پھر بھی نکلا نہیں گردش سے ستارہ اپنا
آنکھ منظر کی تلاوت پہ لگائی ہوئی ہے
رحلِ حیرت پہ سجایا ہے سپارہ اپنا
کُچھ زرِ کشف بھی مِل جائے تو آسانی ہو
اک تحیّر میں نہیں ہوتا گُزارا اپنا
کہیں مَیں حدِّ ادب سے تو گُزر آیا نہیں؟
کھال کے ساتھ اگر قرض اُتارا اپنا۔!!
کپکپی جسم کا حصّہ بنے مدّت گُزری
اب بھی لرزش میں پڑا رہتا ہے پارہ اپنا
راستہ روک نہ اَے خاک کے بحرُ الکاہل
مَیں سمندر پہ لئے جاتا ہوں دھارا اپنا
مَیں جو پتھر پہ گھسٹتا ہوا رُک جاتا ہُوں
سفر اندر سے چلا دیتا ہے آرا اپنا
آئینے! دیکھ یہ مجروح پرندہ نہ دِکھا
ترس آتا ہے جو کرتا ہوں نظارہ اپنا
مَیں نے محراب سے جب آنکھ ہٹائی تو لگا
نکل آیا ہے ..الاؤ..سے ...شرارا اپنا

## دعائیہ غزل

### ارشاد عرشی ملک

ہم بھریں اُونچی اُڑان اَب کے برس
زیر کر لیں آسمان اَب کے برس
چُوک نہ جائے کوئی تیرِ دعا
تھامنی ہے یوں کمان اَب کے برس
نیم شب سجدوں میں واویلا کریں
بُوڑھے بچے اور جوان اَب کے برس
ہوں کُھلے ماحول میں سجدے ادا
گونج اُٹھے پھر اذان اَب کے برس
ہم کریں زندہ وہی رسمِ جنوں
مصلحت کا ہو نہ دھیان اَب کے برس
ہر گھڑی حاضر ہیں، پر آسان رکھ
میرے مولا امتحان اَب کے برس
جبر کے ماحول میں کر دے عطا
بے زبانوں کو زبان اَب کے برس
ہو سکون و چین پاکستان میں
ہر کسی کو ہو امان اَب کے برس
اس دفعہ تو کاش لوٹ آئیں حضور
ہوں ہمارے درمیان اَب کے برس
ہم کریں مہماں نوازی آپ کی
اور خود ہوں میزبان اَب کے برس
آرزؤں کا چراغاں دل میں ہو
ہم سجائیں گھر، مکان اَب کے برس
شُکر کے سجدے کریں ہم رات دن
دل ہو اپنا شادمان اَب کے برس
جیت لے کچا گھڑا، ندی چڑھی
عشق کی اُونچی ہو شان اَب کے برس
ہم نہ جب ہوں گے کہو گے ہے کہاں؟
عرشیؔ رنگیں بیان اَب کے برس

# نعت

## مبارک ظفر

دُرُوداں تے سلاماں دی جدوں بہتات ہوندی اے
مرے ہتھیں قلم دے نال فیر اک نعت ہوندی اے
محمد مصطفیٰ دے ناں جدوں کوئی رات کرنا واں
تے اس راتیں خدا دے نال وی گل بات ہوندی اے
عقیدت نال اکھیاں توں جدوں اتھرو نیں ڈگ پیندے
زلالی آب دی میرے تے فیر برسات ہوندی اے
اوہ شاہواں تو گدا وی ہو جاندا اے افضل اک گدا آخر
عطا جس نوں وی اس دے در دی جد خیرات ہوندی اے
ظفرؔ میں وجد وچ آکے جدوں وی نعت کہنا واں
اوہ دن فیر عید ہوندا اے تے شب شب رات ہوندی اے

# رشید قیصرانی

## تیرا شہر اور میرا گاؤں

تیرا شہر صنور والا پوٹھوہار کا چہرا ہے
میرا کیکر والا گاؤں بھی تھل دامان کا سہرا ہے
تیرے شہر میں رقص کریں گل بوٹے سرد ہواؤں کے
دھوپ دھمال کا منظر کتنا دلکش میرے گاؤں میں
تیرے شہر کے بنگلوں میں ہیں قصے اُجلی کاروں کے
میرے گاؤں کی بیٹھک میں بھی چرچے گھوڑ سواروں کے
تیرے شہر میں گلشن گلشن میلے ماہ جمالوں کے
میرے گاؤں کے ٹیلوں میں بھی نقش کئی دل والوں کے
تیرے شہر کیا کیا باتیں ہیں اُجلا شہر جیالے لوگ
میرے گاؤں کی زینت ہیں کچھ اُچے شملوں والے لوگ
تیرے شہر کے لڑکے بالے نام کمائیں کھیلوں میں
میرے گاؤں کے گبھرو ڈالیں جھمر میلوں ٹھلوں میں
تیرے شہر کے لالہ و گل بھی مانا من متوالے ہیں
میرے گاؤں کے پھوگ سنوار بھی یار بڑے دل والے ہیں
اپنے شہر سے لال گلابی پھول سجا کے لانا تم
میرے گاؤں میں نیلے پیلے پیلو چننے آنا تم

# اظہر

معتبر تھے اسی شخص کے قرب سے اُس سے بچھڑے تو اک داستان ہوگئے
چاروں جانب سے یوں سنگباری ہوئی اپنے سب آئینے کرچیاں ہوگئے
اجنبیت کے اِ س موسمِ سرد میں ہوگیا ہے یقینا کوئی حادثہ
یا تو دُھند لاگئی ہیں نگاہیں تری یاد ہمارے مناظر دھواں ہوگئے
بات ہے اپنے ماتھے کی تحریر کی تیری آنکھوں کے موسم کا شکوہ نہیں
رہ گیا ہوں میں نقطہ سمٹتا ہوا میرے دُکھ پھیل کر آسماں ہوگئے
سَر اُٹھا کر کھڑا ہو مرے سامنے حوصلہ پہلے دشمن میں ایسا نہ تھا
کچھ لکیریں ہتھیلی کی ناراض ہیں کچھ ستارے بھی نا مہربان ہوگئے
ان گنت بوڑھی آنکھیں ، جواں خوشبوئیں ، شہد لہجے تصور میں پھرنے لگے
جب بھی کشتی بھنور سے اُلجھنے لگی، ہم دریدہ قبا بادباں ہوگئے
مسئلوں کی کڑکتی ہوئی دُھوپ میں حوصلہ ٹوٹ کر جب بکھرنے لگا
تیری آواز ٹھنڈی ہوا بن گئی تیرے گیسو مرا سائباں ہوگئے
آنے والی رُتو ایسے حالات میں کیا سجاؤں تمہارے لئے راستے
میرے سارے دیئے آندھیوں میں بجھے، میرے پھول نذرِ خزاں ہوگئے
پھُول کھلنے کا موسم اگرچہ نہ تھا اُس کے ملنے سے اظہرؔ مگر یہ ہوا
میری سوچوں کی بیلیں ہری ہوگئیں ، میرے مرجھائے جذبے جواں ہوگئے

# غزل

ڈاکٹر فیاض احمد علیگ۔
اسسٹنٹ پروفیسر
ابن سینا طبیہ کالج
بینا پارہ۔اعظم گڈھ

ہم کو آنکھوں سے جب وہ پلانے لگے
شیخ جی بے سبب تلملانے لگے
کوئی جا کر مرے کوزہ گر سے کہے
میری مٹی بھی اب تو ٹھکانے لگے
روٹھ کر بے سبب کشمکش میں ہے وہ
میرے سینے سے اب کس بہانے لگے
نور حق کا جو پھیلا تو پھر یہ ہوا
لوگ اپنے دئے خود بجھانے لگے
لاج ساقی کی رکھنی تھی ہم کو یہاں
اس لئے بن پیے لڑکھڑانے لگے
غور سے میں نے دیکھا جو اس کی طرف
اس کے چہرے پہ رنگ آنے جانے لگے
خود شناسی ہے فیاض مشکل بہت
خود سے ملنے میں مجھ کو زمانے لگے

# ایک دیوار۔ جو بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں

ابن آس محمد

میرے ابو شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد کراچی شفٹ ہو گئے تھے۔ ساری زندگی وہ یہاں مزدوری کرتے رہے۔ ہم نو بہن بھائی تھے۔ سب کا پورا کرتے رہے، غریب آباد (لیاقت آباد۔ ریلوے لائن کے ساتھ) میں ایک جھگی تھی جو بعد میں جیسے تیسے کر کے ایک مکان اور پھر گھر بن گئی تھی۔ لیکن ایک ایسا وقت آیا کہ وہ گھر بیچنا پڑ گیا، ہم لوگ ۲۰۰۸ میں کرائے پر آ گئے۔ اور پھر ابو ساری زندگی اپنے گھر کی خواہش میں مزدوریاں کرتے رہے۔ اور اپنی زندگی میں اپنا گھر نہ دیکھ سکے۔ ہم نو بہن بھائیوں میں سب سے پہلا گھر ان کے انتقال کے دس سال بعد میں نے خریدا۔۔۔ مگر اس گھر کو دیکھنے کے لیے وہ موجود نہیں تھے۔ گذشتہ دنوں سے کراچی میں جس طرح گھر توڑے جا رہے ہیں، ان کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ یہ غریبوں اور مڈل کلاس لوگوں کے گھر تھے، ممکن ہے نا جائز تجاوزات بھی ہوں، کچھ حصہ بڑھا کر بنا لیا ہو کہ بچے زیادہ ہیں، گھر چھوٹا ہے ایک کمرا اور آگے بڑھا کر بنا لیا جائے۔۔۔ ان میں کوئی کروڑ پتی، ساہوکار، گریڈ بائیس سے زیادہ کا آفیسر، کوئی فوجی، کوئی سیاست دان، کوئی جج، کوئی اسمبلی کا رکن یا کوئی ریاض ملک نہیں تھا جس نے جائیداد بنا کر اربوں، کھربوں بنا لیے ہوں۔ یہ سب غریب اور متوسط طبقے کے لوگ تھے، اور جیسے تیسے کر کے زندگی بتا رہے تھے۔ اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ یہ برباد ہوتے کاروبار اور گرتی ہوئی دیواریں۔ روتے مچلتے بچے، اور بین کرتی عورتیں دیکھ کر اپنے ابو کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ یہ شاید 1992 کی بات ہے، میرے ابو کی خاصی عمر ہو گئی تھی، بیمار بھی رہنے لگے تھے، میں نئی کراچی میں کسی گھر کے واٹر ٹینک کی کھدائی میں لگا ہوا تھا، اس واٹر ٹینک کو کھودنے، بنانے، پلاسٹر اور چھت کی شٹرنگ کا کام میں نے ٹھیکا لے لیا تھا، اور میرے ساتھ ابو اس بیماری میں بھی کام کر رہے تھے۔ کیوں کہ کام نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم پیسوں میں وہ کام لیا تھا، جس میں بچت نہ ہونے کے برابر تھی، اور مزدور رکھنے کی گنجائش نہیں تھی، کہ وہ پیسے اگر مزدور کو دے دیتے تو ہمارے ہاتھ ٹکا نہ آتا، اسی وجہ سے ٹینک کی کھدائی بھی میں خود کر رہا تھا کہ کھدائی کے پیسے بچائے جا سکیں۔ اور مزدور کے طور پر ابو میرے ساتھ آ گئے تھے۔ پندرہ دن تک مسلسل محنت کے بعد۔۔۔ سارا کام ختم کرنے اور چھت کی بھرائی کے بعد مجھے اور ابو کو اس کام سے ساڑھے تین ہزار روپے کی بچت ہوئی جو ہمیں اب ملنا تھے مگر مالک مکان نے اس روز ہمیں پیسے نہیں دیئے اور کہا کہ عید کے بعد ملیں گے۔۔۔ عید میں دو دن تھے۔۔ ابو نے ان سے بہت درخواست کی، میں غصہ بھی ہوا۔۔۔ لڑنے تک نوبت آ گئی۔۔۔ مگر گھر والا اڑ گیا کہ عید سر پر ہے، مجھے بچوں کے کپڑے لینے ہیں، باقی پیسے عید کے دو تین دن بعد دُوں گا۔ میں اپنے بچوں کی عید خراب نہیں کر سکتا۔۔۔ عید کے بعد آنا۔۔۔ خیر بہت کوشش کے باوجود اس نے ہمیں ایک روپیہ بھی نہ دیا۔ مغرب کا وقت تھا۔

روزہ کھل چکا تھا۔ ہم دونوں اس گھر سے باہر آ گئے۔ میرے ابو کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہم دونوں کی جیب میں دھیلا بھی نہیں تھا۔ یعنی نئی کراچی سے اورنگی جانے تک کا بس کا کرایا بھی نہیں تھا۔ اور ہم نئی کراچی نئی آبادی کے موڑ پر کھڑے تھے، سوچ رہے تھے کہ گھر کیسے جائیں۔ جب باپ ساتھ ہو تو اولاد کو پریشانی میں زیادہ سوچنا نہیں پڑتا، نہ اولاد سوچتی ہے۔ سوچنے اور راستہ نکالنے۔ مسئلہ حل کرنے کا سارا کام باپ کرتا ہے۔ کچھ دیر تک وہیں کھڑے رہنے اور اپنے آنسو پینے کے بعد ابو نے میرا ہاتھ پکڑا اور بولے۔ ''چلو نوردین کے گھر چلتے ہیں۔'' نوردین پھوپھا۔۔۔ ہمارے رشتے کے پھوپھا تھا۔۔۔ اصل رشتہ کیا تھا یہ ہمیں نہیں معلوم۔ بس یہ معلوم تھا کہ وہ ہمارے پھوپھا لگتے ہیں۔ ان کا گھر نئی کراچی پانچ نمبر پہ سبز گنبد والی مسجد کے قریب کواٹرز میں تھا۔۔۔ مطلب وہ ان کواٹرز میں رہتے تھے جو کسی زمانے میں حکومت نے دیئے ہوں گے۔ ہم نئی کراچی، نئی آبادی کے منگھو پیر جانے والے موڑ سے پیدل پیدل نئی کراچی پانچ نمبر نوردین پھوپھا کے گھر پہنچے۔ نوردین پھوپھا بھی مستری (راج مستری) تھے، مگر ساتھ ساتھ ان کا پیری مریدی کا بھی تھوڑا بہت دھندا تھا، انہوں نے مشہور کر رہا تھا کہ انہیں نبی پاکؐ کی خواب میں زیارت ہو چکی ہے، اس کی وجہ سے ان کا خاصا احترام اور عزت تھی، وہ ایک نمازی، پرہیزگار اور شریف قسم کے انتہائی دھیمے لہجے میں بات کرنے اور مسکرا مسکرا کر دیکھنے والے انسان تھے۔ ابو کی بہت عزت کرتے تھے، کہ جس زمانے میں وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ تلاش معاش کے سلسلے میں کراچی آئے تھے تو ابو کی جھگی میں ٹھہرے تھے، اور ابو نے ہی انہیں مستری کا کام سکھایا تھا۔۔۔ اور اکثر انہیں کام دلاتے رہے تھے۔۔۔ پھر ان کی کوئی

سرکاری نوکری لگ گئی یا جانے کیا ہوا کہ یہ سرکاری کوارٹر انہیں مل گیا تھا۔۔۔ جس میں وہ بیوی، اور اپنی کئی بڑی بڑی بیٹیوں کے ساتھ رہتے تھے۔۔۔اور باتوں باتوں میں بتاتے تھے کہ ابو نے ان کی کیسی اور کتنی مدد کی تھی۔خیر چائے وغیرہ پینے کے بعد باتوں باتوں میں جب ابو نے بتایا کہ:

''یار نور محمد، یہ حالات چل رہے ہیں، تیری طرف کچھ پیسے ہیں میرے ان میں سے کچھ پیسے دے دے۔۔۔''

نور دین پھوپھا نے جواب میں اپنے حالات بتا دیئے، اور کہا کہ:''ان دنوں بہت ہاتھ تنگ ہے۔۔۔عید کے بعد کچھ پیسے دوں گا۔۔۔''ابو مزید کچھ کہہ بھی نہ سکے اور نہ یہ بھی بتا سکے کہ جیب میں گھر جانے کا کرایہ تک نہیں ہے۔کچھ اور باتیں ہوتی رہیں، حالات کا رونا رویا جاتا رہا، میں بور ہو رہا تھا، تھکا ہوا تھا، دل چاہ رہا تھا کہ لیٹ جاؤں، میں ان کے قریب موجود چارپائی پہ لیٹ گیا۔ایسے میں نور دین پھوپھا کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔وہ کہہ رہے تھے۔''یار آس محمد۔۔۔تو نے بھی اپنی زندگی برباد کر دی۔۔۔تیس سال ہو گئے اس شہر میں۔۔۔ایک گھر نہیں بنا سکا بچوں کے لئے۔''میں چونک کر بیٹھ گیا۔مجھے معلوم تھا کہ ابو کا ایک تلخ سا جواب آئے گا۔مگر ابو نے مسکرا کر گھر کی پچھلی دیوار کی طرف اشارہ کیا اور بولے۔''وہ دیوار دیکھ رہا ہے نور دین۔۔۔''نور دین پھوپھا نے کہا:''ہاں۔۔۔تو نے ہی بنائی تھی۔۔۔''ابو نے کہا۔''تیس سال پہلے یہ دیوار بنائی تھی میں نے۔۔۔ اپنی جیب سے بلاک منگوا کر۔۔جب تجھے یہ کوارٹر مفت میں ملا تھا۔۔ یاد ہے۔۔۔''

''ہاں یاد ہے۔۔۔''پھوپھا نے دھیمی آواز میں کہا۔ابو بولے۔''اس وقت، اس دیوار پر دو ردّے اور لگانا تھے مگر پیسے ختم ہو گئے تھے۔۔۔ پھر بارشوں میں دیوار کا وہ کونا گر گیا، جس کے ساتھ گوندنی کا درخت لگا ہے۔''''ہاں۔۔۔مگر تو کہنا کیا چاہتا ہے۔۔؟'' نور دین پھوپھا نے پوچھا۔میرے ابو نے ایک موٹی سی گالی دے کر کہا۔''مادر۔۔۔تو اس شہر میں تیس سال میں ایک دیوار پر دو ردّے نہیں لگا سکا۔۔۔جو دیوار ٹوٹ گئی تھی، وہ آج تک ٹوٹی ہوئی ہے۔۔۔اسے دوبارہ نہیں بنا سکا۔۔۔اور مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس شہر میں گھر نہیں بنا سکا۔۔۔کراچی میں بچے پالتے ہوئے کسی بے گھر کے لیے گھر بنانا آسان ہے کیا۔۔۔ایک دیوار بنانے میں بھی تیس سال لگ جاتے ہیں۔۔۔''

نور دین پھوپھا ایک دم سے چپ ہو گئے۔ابو کی طرف دیکھتے رہے۔پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔''یار آس محمد۔تو ٹھیک کہتا ہے۔۔۔ یہ شہر بڑا ظالم ہے۔۔۔یہاں آنا آسان ہے، جینا آسان ہے۔۔۔مگر گھر کی ٹوٹی ہوئی دیوار بنانا مشکل ہے۔''اس شام۔۔۔میں اور ابو نور دین پھوپھا کے گھر سے کھانا کھا کر، پیدل ہی اورنگی ٹاون روانہ ہوئے۔۔۔نئی کراچی پانچ نمبر سے اورنگی ٹاؤن دس نمبر (براستہ منگھوپیر) کا وہ رات بھر کا سفر۔۔۔ایک علیحدہ اور زندگی بھر یاد رہ جانے والی کہانی ہے۔۔۔اس سفر میں ہمیں پوری رات لگ گئی تھی۔،اس وقت تو معلوم نہیں تھا کہ یہ کتنے کلومیٹر ہوتا ہے، مگر آج معلوم ہے کہ یہ کوئی ستائیس اٹھائیس کلومیٹر ہے۔۔۔اور منگھوپیر سے یہ راستہ کوئی بائیس کلومیٹر بنتا ہے۔۔۔یہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے کئی دنوں سے گھوم رہا ہے، جب سے میں کراچی میں غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کی ٹوٹی ہوئی دیواریں دیکھ رہا ہوں، میری آنکھوں میں بار بار آنسو آجاتے ہیں۔۔۔اور ابو کا وہ جملہ کہ ایک ٹوٹی ہوئی دیوار بنانے میں تیس سال لگ جاتے ہیں۔۔اور پھر سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ یہ دو چار فٹ کی تجاوزات کرنے والے لوگوں نے جانے کتنے برسوں میں یہ دیواریں بنائی ہوگی، کیسے کیسے جتن کئے ہوں گے۔۔۔کس کس طرح پیٹ کاٹ کر ایک کمرہ آگے بڑھا کر قبضہ کیا ہوگا کہ اس کمرے میں بیٹے کی دلہن رہ لے گی۔۔اور جب بلڈوزر چلا تو ہر گھر ننگا ہو گیا۔۔ہر گھر کی دیوار گر گئی۔۔۔کمرے آدھے کر دئے۔۔۔ چھجے زمین بوس کر دیے۔۔۔گیلریاں، جہاں ان غریبوں کی غربت کے چیتھڑے سوکھتے تھے، توڑ کر سارے گھر برہنہ کر دیئے گئے۔۔۔صرف اس لیے کہ ان کے بہ قول ناجائز تجاوزات تھے۔اور جب میں سی ویو جانے کے لیے شاہ راہ فیصل سے، کلفٹن تک پہنچتا ہوں تو راہ میں سینکڑوں ایسی بلڈنگیں دیکھتا ہوا جاتا ہوں، جن کے بارے میں سب کو علم ہے کہ زمین پر قبضہ کر کے بنائی گئی ہیں۔۔۔مگر جن کو چھونے کی بھی ہمت نہ سرکار میں ہے، نہ عدالت میں۔۔۔اور نہ اس دو کوڑی کے میئر میں۔۔۔کیا عدلیہ، حکومت اور میئر کراچی میں اتنی ہمت ہے کہ وہ چھیاسٹ منزلہ بحریہ ٹاور کو گرا سکے جس کے بارے میں عدالت میں کیس بھی چل رہا ہے کہ یہ قبضے کی زمین پر بنایا گیا ہے۔۔۔اور اس بلڈنگ کی آڑ میں اطراف کی زمینوں پر جس طرح قبضہ کیا گیا ہے کیا وہ خالی کرایہ جا سکتا ہے۔۔۔؟؟؟؟ کیا واقعی صرف غریب کی دو فٹ کی تجاوزات کو ہی ناجائز تجاوزات کہا جاتا ہے۔۔۔زمینوں پہ قبضہ کر کے، ان پہ پلازے اور پورے پورے ٹاون بنا کر کروڑوں اربوں روپے میں فروخت کی جانے والی املاک کو تجاوزات نہیں کہا جاتا۔۔۔کیا غریب کا گھڑا رکھنے کی جگہ، موٹر سائکل کھڑی کرنے کی گیلری اور شام کو بیٹھ کر گپ شپ کرنے والا تھڑا، یا چبوترا ہی تجاوزات ہوتا ہے۔۔۔؟

***

# تلخ حقیقت یا کڑوا سچ ؟

زاہد گجر صاحب

ساری احمدیہ کمیونٹی سے معذرت ہم شرمندہ ہیں لیکن بہت زیادہ 1931ء میں جب سر ظفر اللہ خان مسلم لیگ کے صدر بنے تو علامہ اقبال اُنکی مخالفت پر اُتر آئے 34 سال خود احمدی رہے پھر سیاسی اختلاف کی بناء پہ جماعت سے الگ ہوگئے پوری زندگی ان کی زبان پہ پاکستان کا نام نہیں آیا بلکہ ہندوستان کا قومی ترانہ اقبال نے ضرور لکھا 1933ء میں جب قائداعظم ملاوں کی سخت مزاحمت کے بعد غصہ ہوکر مسلم لیگ کو چھوڑ کر مستقل لندن جا بسے تو 1934ء میں ان کو جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے لندن سے بلوایا اور اپنے لندن کے مشنری انچارج کو بھیج کر منایا تو وہ واپس آئے اور پاکستان کی تحریک پھر سے شروع کی 1939ء کے انتخابات اور 1940ء کی قرارداد سر ظفر اللہ خاں اور جماعت احمدیہ کے نظام جماعت کے زیر قیادت بنی 1947ء میں ملک بنا تو قائد نے پہلا وزیر خارجہ سر چوہدری ظفر اللہ خاں کو ہی چنا 1948ء میں کشمیر کو اقوام متحدہ سے مسئلہ منظور کروایا اور قابل انتخابات علاقہ رجسٹرڈ کروایا۔ 1948 سے 1962ء تک جبکہ آپ عالمی عدالت کے صدر بھی بن گئے تو مسئلہ فلسطین کو کیسے پیش کیا؟ بعض افریقن عرب ممالک کو کیسے آزاد کروایا؟ احمدی جرنیل نے کشمیر اور چونڈہ کے محاذ پر شہادتیں پا کر کونسی فتح؟ تفصیل کیلئے خود ریسرچ کرلیں 1960ء کی دہائی میں ایوب خان نے مرزا غلام احمد صاحب کے پوتے ایم ایم احمد کو سیکرٹری خزانہ چنا انہوں نے اپنے دور میں دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام تربیلہ و منگلا ڈیم دیئے جرمن جیسے ممالک کو قرضہ دیا ڈالر کی کمر توڑ دی ایوب خان نے آپ کیلئے تربیلہ ڈیم کے افتتاح کے وقت تاریخی الفاظ کہے کہ احمد صاحب یہ قوم آپ کی انتھک محنت کے ثمرات و احسانات کے بوجھ تلے ہمیشہ دبی رہیگی 1951ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے اس ملک کو پہلا اور واحد موسمیاتی خلائی ادارہ سپارکو دیا 1962ء میں انہوں نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی بنیاد رکھی 1979ء میں انہوں نے نوبل انعام ملک کو دیا پاکستان میں رجسٹرڈ ٹیکس پیئرز میں جماعتی ممبران و اداروں کو پہلی صف میں پائینگے کرائم ریٹ میں احمدی صفر پرسینٹ بھیک مانگنے، لچر پنے لچر پن و دیگر غیر اخلاقی غیر اسلامی افکار میں آپکو احمدی دکھائی نہیں دینگے جبر برداشت کیا لیکن کبھی احتجاج تک نہ کیا ملک میں سب سے زیادہ مظالم ہمی پہ کئے جاتے ہیں؟ لیکن کبھی ردّعمل میں ملک کا شیشہ تک نہیں توڑا اور دوسری طرف 70 سال سے ملک آپ کے مصدقہ مومنین کے ہتھے چڑھا رہا ہے اور باقی کی کہانی آپ کے سامنے ہے 28 سو کھرب کا قرضہ اور خزانہ خالی سونے جیسے ملک کا یہ حشر آپ کے غیر احمدی حاکمین نے کیا آپکے ملاں طبقے نے 80 ہزار قتل کیا فوج سے جنگیں لڑیں، وطن لہولہان کیا چوہے کتے گدھے سوئر کے سموسے کباب سرعام شراب پینا بلانا، بیٹی کے منہ پر تیزاب لگانا، اغوا، زنا بچوں پر مدرسوں میں ہوس مٹانا ہم جنس پرستی؟ اسلحہ، تعصبی ملاں کا توہینِ رسالت کی آڑ پر قانونآ احمدی کا سرتن سے جدا کے منصوبے بنانا کیا یہ تمام ظلم نظر انداز یا توجہ ہٹا کر پاکستان اور اسلام کے غدار ہم کو ٹھہرانا؟ بولو سچ کے حق میں کس کی غیرت للکارے گی؟ احمدی مسلمان وطن پاکستان کے وفادار ہیں یا ظالم مخالفین؟ سبحان اللہ۔

## اگر سمجھ سکو تو سمجھ لو

رجل خوشاب

☆ایک بزرگ اپنا موبائل مرمت کرانے لے گیا۔ دکاندار نے چیک کرنے کے بعد کہا ''باباجی۔۔!اس میں تو کوئی نقص نہیں ہے'' بزرگ ہلکی سی مایوسی اور آہستگی سے بولا ''تو پھر بچوں کی کال کیوں نہیں آتی؟''

☆ایف بی آر کے انکم ٹیکس ریٹرن فارم کے ایک خانے میں پوچھا گیا۔ آپ کے زیر کفالت کتنے لوگ ہیں؟ ایک پاکستانی نے لکھا۔

☆85% آبادی جو ٹیکس نہیں دیتی

☆1.2 کروڑ غیر قانونی افغان مہاجرین

☆1382 جیلوں میں قید 9 لاکھ مجرم

☆اسمبلی اور سینیٹ میں 500 سے زائد نکمے

☆ایف بی آر نے لکھا کہ یہ جواب قابل قبول نہیں۔ تب سے وہ سوچ رہا ہے کہ اس فہرست میں ضرور کچھ رہ گیا ہے۔

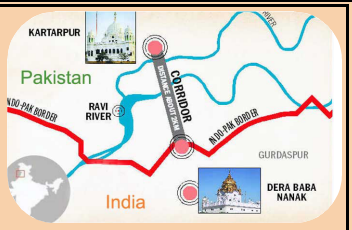


# کرتار پور راہداری یا خلفشار کی راہ داری

آصف جیلانی

ہندوستان کی سرحد پر ڈیرہ بابا نانک صاحب سے پاکستان میں گرودوارہ صاحب کرتار پور تک تین میل لمبی راہ داری کے منصوبہ نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات میں بہتری اور دونوں ملکوں کے درمیان با مقصد مذاکرات کی تجدید کی توقعات کو تقویت پہنچانے کے بجائے خلفشار کی راہداری کھول دی ہے۔ گذشتہ اگست میں وزیر اعظم عمران خان کی حلف برداری کی تقریب میں مدعو عمران خان کے دیرینہ دوست اور ہندوستان کے پنجاب کے وزیر نوجوت سنگھ سدھو نے پاکستان کی فوج کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجواہ سے بغل گیر ہونے کے بعد اعلان کیا تھا کہ جنرل باجوہ نے انہیں یقین دلایا ہے کہ پاکستان اگلے سال گرونانک کے ساڑھے پانچ سو سالہ یوم پیدائش پر سکھ یاتریوں کے لئے کرتار پور راہ داری کھول دے گا۔

اس اعلان کے بعد ہندوستان کے وزیر اعظم نریندر مودی نے کرتار پور راہ داری کے قیام کے منصوبہ پر بے حد طمانیت کا اظہار کیا تھا اور اسے دیوار برلن کے سقوط سے تعبیر کیا تھا اور اُمید ظاہر کی تھی کہ اس راہ داری سے دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی ختم ہوگی۔ پھر ۲۶ نومبر کو ہندوستان کی سرحد کے قریب گرداس پور کے گاؤں مان میں ہندوستان کے نائب صدر ونکیا نایڈو نے کرتار پور راہ داری کی سنگ بنیاد رکھی اور پاکستان میں کرتار پور میں وزیر اعظم عمران خان نے اس راہداری کی سنگ بنیاد رکھی۔ اس موقع پر نوجوت سنگھ سدھو کے ساتھ ہندوستان کے دو وزیر ہرسمت کور بادل اور ہردیپ سنگھ پوری نے شرکت کی۔ اس موقع پر سرحد کی دونوں جانب لوگ خوش تھے کہ دونوں ملکوں میں ایک طویل عرصہ سے تعطل کا شکار مذاکرات کے دوبارہ شروع ہونے کے امکانات روشن ہوں گے۔ لیکن ابھی تقریب ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ہندوستان کی وزیر خارجہ نے یہ دھماکہ خیز بیان دیا کہ کرتار پور راہ داری کھلنے کے باوجود دونوں ملکوں کے درمیان مذاکرات دوبارہ شروع ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ابھی ششما سوراج کے بیان پر غور ہو رہا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ نریندر مودی کی حکومت پاکستان سے بات چیت سے گریزاں ہے۔ ابھی لوگ اس سوال میں گم تھے کہ پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے تحریک انصاف کی حکومت کے ایک سو دن مکمل ہونے کی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کرتار پور راہ داری کی افتتاحی تقریب عمران خان کی گگلی ہے کہ ہندوستان کی حکومت کو مجبوراً اپنے دو وزیروں کو اس تقریب میں شرکت کے لئے بھیجنا پڑا۔ ششما سوراج اس پر سخت برہم ہوئیں اور پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی سے کہا کہ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سکھ برادری کے جذبات کا کوئی احترام نہیں ہے اور آپ صرف گوگلی کراتے ہیں۔

ششما سوراج کا کہنا تھا کہ ہم آپ کی گوگلی کے پھندے میں نہیں پھنسے ہیں۔ ہمارے دو سکھ وزیر دراصل صرف گرودوارے میں عبادت کے لئے گئے تھے۔ ششما سوراج اور شاہ محمود قریشی کی اس نوک جھونک نے کرتار پور راہداری کی بنیاد پر دونوں ملکوں کے درمیاں کھڑے ہونے والے امن کی آشا کے محل کو ہلا کر رکھ دیا۔ شاہ محمود قریشی کے بارے میں تو نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے گوگلی کی بات کسی سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت کی تھی لیکن ششما سوراج کے بیان کے پس پشت وزیر اعظم نریندر مودی کی واضح حکمت عملی ہے کہ پاکستان کو راندہ زمانہ کرنے کے لئے اس پر سرحد پار دہشت گردی کو فروغ دینے کا الزام لگایا جائے اور اس بنا پر پاکستان سے مذاکرات سے انکار کیا جائے۔ پچھلے تین سال سے ہندوستان اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہے۔ لوگ ابھی نہیں بھولے کہ یہ وہی نریندر مودی ہیں جو دسمبر ۲۰۱۵ء میں کابل سے دہلی واپس جاتے ہوئے اچانک لاہور میں اُترے تھے اور میاں نواز شریف کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ان کی نواسی کی شادی میں شریک ہوئے تھے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اس وقت نریندر مودی واہگہ سے افغانستان تک براہ راست ریل رابطہ کے لئے اور دوسری مراعات کے لئے نواز شریف پر ڈورے ڈال رہے تھے اس میں جب ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو ان کے یکسر تیور بدل گئے اور پاکستان کا محاصرہ کرنے اور بلوچستان میں شورش بھڑکانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور پٹھان کوٹ پر شدت پسندوں کے حملہ کے بعد تو جنونی انداز سے پاکستان پر دہشت گردی کا الزام لگانا شروع کر دیا اور جعلی سرجیکل اسٹرائیک کی دھاک بٹھا کر اپنی فوجی برتری کے پھریرے لہرانے شروع کر دیئے۔ کرتار پور راہ داری کے منصوبہ کے بارے میں ہندوستان کے میڈیا میں عجیب وغریب تاویل پیش کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے میڈیا کا کہنا ہے کہ کرتار پور راہ داری کے قیام کے سلسلہ میں پیش رفت پاکستان کی

فوج کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجواہ کی ایما پر ہوئی ہے جو ہندوستان کے ساتھ امن کے خواہاں ہیں۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے میڈیا کی طرف سے جنرل باجوہ کے انداز فکر کے بارے میں کوئی ٹھوس وجہ نہیں بتائی جاتی صرف یہ مبہم باتیں کی جاتی ہیں کہ پاکستان پر ایک طرف چین کا دباؤ ہے اور دوسرے جانب امریکا کا دباؤ ہے اور پاکستان امریکا کی امداد کی بحالی کے لئے ہندوستان سے امن کی خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جنرل باجوہ لائین آف کنٹرول پر بڑھتی ہوئی معرکہ آرائی پر پریشان ہیں اسی لئے وہ امن کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے میڈیا کی رائے ہے کہ وزیر اعظم عمران خان بخوبی یہ جانتے ہوئے کہ نریندر مودی فی الفور اور بلا شبہ اگلے عام انتخابات سے پہلے پاکستان کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار نہیں ہوں گے وہ دونوں ملکوں کے درمیاں مذاکرات دوبارہ شروع کرنے پر زور دے رہے ہیں تا کہ دنیا کو یہ باور کرایا جا سکے کہ پاکستان ہندوستان کے ساتھ امن کا خواہاں ہے لیکن ہندوستان کے عزائم کچھ اور ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نریندر مودی اس وقت، اگلے سال ہونے والے عام انتخابات کے پیش نظر پاکستان کے ساتھ مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگلے عام انتخابات جیتنے کے لئے بھارتی جنتا پارٹی نے ہندوتا کی لہر کو تیز تر کرنے کے جو حکمت عملی شروع کی ہے، اگر اس وقت پاکستان کے ساتھ بات چیت دوبارہ شروع کی گئی تو ہندوتا کے حامی اس پر سخت ناراض ہوں گے اور نریندر مودی کی انتخابی حکمت عملی ٹھپ پڑ جائے گی۔ پھر اس وقت جب کہ کشمیر میں بڑے پیمانہ پر حریت پسندوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہندوستانی فوج نے کاروائی شروع کی ہے نریندر مودی کسی صورت نہیں چاہتے کہ پاکستان کے ساتھ بات چیت شروع ہو جس میں بنیادی موضوع کشمیر کا مسئلہ ہوگا۔ کشمیر میں حریت پسندوں کے خلاف ہندوستانی فوج کے بڑے پیمانہ پر آپریشن کا مقصد اس کی کامیابی کے بل پر عام انتخابات جیتنا ہے۔ لہذا نریندر مودی اس وقت کوئی ایسا اقدام کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے جس سے کشمیر میں حریت پسندوں کے خلاف ہندوستانی فوج کے آپریشن میں کوئی رکاوٹ پیش آئے۔ بلا شبہ اس وقت پاکستان کے ساتھ مذاکرات نریندر مودی کے انتخابی حکمت عملی کے لئے مہلک ثابت ہوں گے، کوئی تعجب نہیں کہ کرتار پور راہ داری پر ششما سوراج نے جو خلفشار پیدا کیا ہے وہ بھی نریندر مودی کی حکمت عملی کا ایک سوچا سمجھا حصہ ہو۔

***

## مسکرایئے

اے آر خاں

ایک خاتون اپنے شوہر کے ساتھ دبئی کے مشہور بیچ پہ گئی۔ خاتون کے شوہر نے گاڑی کی چابی اور اپنا والٹ بیوی کو تھمایا اور خود پانی میں چلا گیا۔ اچانک خاتون کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی پانی میں گر گئی۔ شوہر انتہائی غصیلا، تنک مزاج اور تند خو تھا۔ خاتون بہت گھبرائی۔ گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرنے لگی۔ یا اللہ میری مدد کر۔ اگر چابی نہ ملی تو میرے شوہر نے آج سے لے کر شادی تک ساری میری چھوٹی بڑی کوتاہیاں گنوانی ہیں۔ مجھے میرے ماں باپ سمیت کوسنا ہے۔ مجھ پہ رحم کر میرے مولا۔ مجھ میں اب برا بھلا سننے کی سکت نہیں۔ خاتون کی آہ وزاری سن کر رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ اور پانی سے سونے کی چابی جس میں بیش قیمت ہیرے و جواہرات جڑے تھے، نکال کر خاتون کو دی۔ خاتون نے کہا؛ نہیں یہ میری چابی نہیں۔

بزرگ نے دوبارہ پانی میں ہاتھ ڈالا اور چاندی کی چابی دی۔ خاتون نے پھر انکار کیا۔ تیسری بار بزرگ نے اصلی چابی نکال کر دی۔ خاتون نے کہا جی یہی ہماری گاڑی کی چابی ہے۔ بزرگ، خاتون کی دیانت داری اور راست گوئی سے بے حد متاثر ہوئے اور بطور انعام تینوں چابیاں خاتون کو دے دیں۔ خاتون نے ان چابیوں کی بھنک بھی اپنے مجازی خدا کو نہ لگنے دی۔ ان چابیوں سے بہترین زیورات بنوائے اور جل ککڑی سہیلیوں اور رشتہ دار خواتین کو خوب کلپایا۔ کچھ عرصے بعد خاتون پھر اسی ساحل پہ اپنے شوہر نامدار کے ساتھ گئی لیکن اس بار ساحل پہ واک کرتے ہوئے چابیاں احتیاطاً بیگ میں ہی رکھیں۔ لیکن اس بار خاتون کا شوہر ڈوبنے لگا۔ خاتون نے حسب عادت واویلہ مچایا بلکہ پٹ سیاپا ڈالا۔ وہی بزرگ پھر سے نمودار ہوئے اور سمندر سے جسٹس ٹروڈو کو باہر نکالا۔ خاتون نے جلدی سے کہا بہت شکریہ آپ نے میرا سہاگ بچا لیا۔ بزرگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ کہنے لگے۔ جھوٹی عورت تمہارا شوہر گنجا، کالا، ٹھنگنا اور بڑی سی توند والا ہے اور تم اس جسٹس کو اپنا میاں کہہ رہی ہو۔ شرم نہیں آتی۔ خاتون جلدی سے بولی نہیں بزرگو۔ مجھے آپ کا ٹریک ریکارڈ معلوم ہے۔ میں ڈر گئی کہ کہیں اس بار بھی آپ مجھے پہلے کی طرح تین شوہر نہ پکڑا دیں۔ اس لیے خوف کے مارے میں نے پہلے پہ ہی ہاں کہہ دی۔ بزرگ، خاتون کی احتیاط اور بلند کردار سے نہایت متاثر ہوئے۔ جسٹس کو خاتون کے حوالے کیا اور اپنی راہ پہ چل پڑے۔

***

# حقائق جو مقتدر اقوام نے صدیوں بعد تسلیم کئے

عاصی صحرائی

سقراط نے جب زہر کا پیالہ پیا تو ایتھنز کے حکمرانوں نے سکھ کا سانس لیا کہ اُن کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے والا جہنم رسید ہوا، یونان کی اشرافیہ جیت گئی، سقراط کی دانش ہار گئی۔ وقت گزر گیا۔ اسکاٹ لینڈ کی جنگ آزادی لڑنے والے دلاور ولیم والس کو جب انگلینڈ کے بادشاہ ایڈورڈ اوّل نے گرفتار کیا تو اُس پر غداری کا مقدمہ قائم کیا، اُسے برہنہ کر کے گھوڑوں کے سُموں کے ساتھ باندھ کر لندن کی گلیوں میں گھسیٹا گیا اور پھر ناقابل بیان تشدّد کے بعد اُسے پھانسی دے کر لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اُس وقت کا بادشاہ جیت گیا، ولیم والس ہار گیا۔ وقت گزر گیا۔ گلیلیو نے ثابت کیا کہ زمین اور دیگر سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں تو یہ کیتھولک عقائد کی خلاف ورزی تھی، چرچ نے گلیلیو پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اسے غیر معینہ مدّت تک کے لئے قید کی سزا سنا دی، یہ سزا 1633 میں سنائی گئی، گلیلیو اپنے گھر میں ہی قید رہا اور 1642 میں وہیں اُس کی وفات ہوئی، پادری جیت گئے سائنس ہار گئی۔ وقت گزر گیا۔ جیوری نے ڈانو برونو پر بھی چرچ کے عقائد سے انحراف کرنے کا مقدمہ بنایا گیا، برونو نے اپنے دفاع میں کہا کہ اس کی تحقیق عیسائیت کے عقیدہ خدا اور اُس کی تخلیق سے متصادم نہیں مگر اُس کی بات نہیں سنی گئی اور اسے اپنے نظریات سے مکمل طور پر تائب ہونے کے لئے کہا گیا، برونو نے انکار کر دیا، پوپ نے برونو کو کافر قرار دے دیا، 8 فروری 1600 کو جب اسُے فیصلہ پڑھ کر سنایا گیا تو برونو نے تاریخی جملہ کہا ''میں یہ فیصلہ سنتے ہوئے اتنا خوفزدہ نہیں ہوں جتنا تم یہ فیصلہ سناتے ہوئے خوفزدہ ہو۔'' برونو کی زبان کاٹ دی گئی اور اسے زندہ جلا دیا گیا۔ پوپ جیت گیا، برونو ہار گیا۔ وقت گزر گیا۔ حجاج بن یوسف جب خانہ کعبہ پر آگ کے گولے پھینک رہا تھا تو اُس وقت ابن زبیرؓ نے جوانمردی کی تاریخ رقم کی، انہیں مسلسل ہتھیار پھینکنے کے پیغامات موصول ہوئے مگر آپؓ نے انکار کر دیا، اپنی والدہ حضرت اسماؓ سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا کہ اہل حق اس بات کی فکر نہیں کیا کرتے کہ ان کے پاس کتنے مددگار اور ساتھی ہیں، جاؤ تنہا لڑو اور اطاعت کا تصوّر بھی ذہن میں نہ لانا، ابن زبیرؓ نے سفاک حجاج بن یوسف کا مقابلہ کیا اور شہادت نوش فرمائی، حجاج نے آپؓ کا سر کاٹ کر خلیفہ عبدالمالک کو بھجوا دیا اور لاش لٹکا دی، خود حضرت اسماؓ کے پاس پہنچا اور کہا تم نے بیٹے کا انجام دیکھ لیا، آپؓ نے جواب دیا ہاں تو نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اُس نے تیری عقبیٰ بگاڑ دی۔ حجاج جیت گیا، ابن زبیرؓ ہار گئے۔ وقت گزر گیا۔ ابوجعفر منصور نے کئی مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کو قاضی القضاۃ بننے کی پیشکش کی مگر آپ نے ہر مرتبہ انکار کیا، ایک موقع پر دونوں کے درمیان تلخی اس قدر بڑھ گئی کہ منصور کھلم کھلا ظلم کرنے پر اُتر آیا، اُس نے انہیں بغداد میں دیواریں بنانے کے کام کی نگرانی اور اینٹیں گننے پر مامور کر دیا، مقصد اُن کی ہتک کرنا تھا، بعد ازاں منصور نے امام ابوحنیفہ کو کوڑے مارے اور اذیّت ناک قید میں رکھا، بالآخر قید میں ہی انہیں زہر دے کر مروا دیا گیا، سجدے کی حالت میں آپ کا انتقال ہوا، نماز جنازہ میں مجمع کا حال یہ تھا کہ پچاس ہزار لوگ اُمڈ آئے، چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ منصور جیت گیا، امام ابوحنیفہ ہار گئے۔ وقت گزر گیا۔ تاریخ میں ہار جیت کا فیصلہ طاقت کی بنیاد پر نہیں ہوتا، یونان کی اشرافیہ سقراط سے زیادہ طاقتور تھی مگر تاریخ نے ثابت کیا کہ سقراط کا سچ زیادہ طاقتور تھا۔ ولیم والس کی دردناک موت کے بعد اس کا نام لیوا بھی نہیں ہونا چاہئے تھا مگر آج ابیرڈین سے لے کر ایڈنبرا تک ولیم والس کے مجسمے اور یادگاریں ہیں، تاریخ میں ولیم والس امر ہو چکا ہے۔

گلیلیو پر کفر کے فتوے لگانے والی چرچ اپنے تمام فتوے واپس لے چکی ہے، رومن کیتھولک چرچ نے ساڑھے تین سو سال بعد تسلیم کیا کہ گلیلیو دُرست تھا اور اُس وقت کے پادری غلط۔ برونو کو زندہ جلانے والے بھی آج یہ بات مانتے ہیں کہ برونو کا علم اور نظریہ دُرست تھا اور اُسے اذّیت ناک موت دینے والے تاریخ کے غلط دوراہے پر کھڑے تھے۔ تاریخ میں حجاج بن یوسف کو آج ایک ظالم اور جابر حکمران کے طور پر یاد کیا جاتا ہے جس کی گردن پر ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شجاعت اور دلیری کا استعارہ ہیں، حجاج کو شکست ہو چکی ہے ابن زبیرؓ فاتح ہیں۔ جس ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کو قید میں زہر دے کر مروایا اس کے مرنے کے بعد ایک جیسی سو قبریں کھودی گئیں اور کسی ایک قبر میں اسے دفن کر

دیا گیا تا کہ لوگوں کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ وہ کس قبر میں دفن ہے، یہ اہتمام اس خوف کی وجہ سے کیا گیا کہ کہیں لوگ اُس کی قبر کی بے حرمتی نہ کریں، گویا تاریخ کا فیصلہ بہت جلد آ گیا۔آج سے ایک سو سال بعد ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا، تاریخ ہمیں روندتی ہوئی آگے نکل جائے گی۔

آج یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ہم میں سے کون تاریخ کی صحیح سمت میں کھڑا ہے اور کون تاریخ کے غلط دوراہے پر ہے، کون حق کا ساتھی ہے اور کون باطل کے ساتھ کندھا ملائے ہوئے ہے، کون سچائی کا علمبردار ہے اور کون جھوٹ کی ترویج کر رہا ہے، کون دیانت دار ہے اور کون بے ایمان، کون ظالم ہے اور کون مظلوم۔ہم میں سے ہر کوئی خود کو حق سچ کا راہی کہتا ہے مگر ہم سب جانتے ہیں کہ یہ بات دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ اگر ہر شخص نے حق کا علم تھام لیا ہے تو پھر اس دھرتی سے ظلم اور ناانصافی کو اپنے آپ ختم ہو جانا چاہئے لیکن ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم اُس منزل سے کہیں دور بھٹک رہے ہیں۔آج سے سو برس بعد البتہ جب کوئی مورّخ ہمارا احوال لکھے گا تو وہ ایک ہی کسوٹی پر ہم سب کو پرکھے گا۔

مگر افسوس کہ اُس وقت تاریخ کا بے رحم فیصلہ سننے کے لئے ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہوگا۔سو آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں کیوں نہ خود کو ہم ایک بے رحم کسوٹی پر پرکھ لیں اور دیکھ لیں کہ کہیں ہم یونانی اشرافیہ کے ساتھ تو نہیں کھڑے جنہوں نے سقراط کو زہر کا پیالہ تھما دیا تھا، کہیں ہم برونو کو زندہ جلانے والے پادریوں کے ساتھ تو نہیں کھڑے، کہیں ہم حجاج کی طرح ظالموں کے ساتھ تو نہیں کھڑے، کہیں ہم امام ابوحنیفہ اور امام مالک پر کوڑے برسانے والوں کے ساتھ تو نہیں کھڑے، کہیں ہم ابن رشد کے خلاف فتویٰ دینے والوں کے ساتھ تو نہیں کھڑے.....کہیں ہم تاریخ کی غلط سمت میں تو نہیں کھڑے؟ اس سوال کا جواب تلاش کر کے خود کو غلطی پر تسلیم کرنا بڑے ظرف کا کام ہے جس کی آج کل شدید کمی ہے۔وقت تو گزر ہی جاتا ہے، دیکھنا صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی باضمیر نے وہ وقت کیسے گزارا!۔اس دور میں بھی وہی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ظلم مسلسل ہو رہا ہے۔اس دور میں سب ظالموں کے پیروکار زندہ و پائندہ ہیں۔فراعنہ ذکر کریں تو موسیٰ کو موجود پائیں گے۔یزید کی تلاش کریں تو امام حسین کو بھی تلاش کر سکیں گے۔ہلاکو اور چنگیز خان کے مظالم کی داستانیں سقوطِ ڈھاکہ تمہیں یاد کر سکتا ہے۔حکمران علمائے سو کے بل بوتے پر مسئلہ تکفیر مسلط کرتے وقت آپ جماعت احمدیہ کی تاریخ دیکھ سکتے ہیں۔بریلوی اور دیوبند کے سکہ بند بدکار مکفرین کلمہ گو جماعت پر قتل مرتد کے فتاویٰ لگاتے بھی نظر آئیں گے۔ہجرت مدینہ کی سنت پر عمل پیرا مومنین کی جماعت آپ کو جماعت احمدیہ کی صورت میں نظر آ سکتی۔مگر ذرا شفاف عینک کے عدسے کی ضرورت ہے۔

پاکستان بنانے والی جماعت پاکستان سے نکال دی گئی۔اس کے قابل ترین اور دیانت دار کارکنوں کو چُن چُن کر ہر محکمے سے نکالا گیا۔اس جماعت کے ڈاکٹرز، پروفیسران، ججز کو قتل کیا گیا۔اور کسی قاتل کی گرفتاری تک نہیں ہوئی۔اسلام کے نام پر اسلام آباد کا کھلواڑ کیا گیا۔۱۹۷۴ کے بعد احمدیوں کو نکال کر ملک کو بہترین اسلامی ملک بن جانا چاہیئے تھا مگر ان سرکاری مسلمانوں نے اپنے کردار سے ان وطن عزیز کو بازاری عورت بنا دیا ہے۔جس کے پاس نہ اب عزت ہے اور نہ دولت۔چاہیئے تو یہ تھا یہ ریاست مدینہ بنتی مگر اب یہ ریاست کمینہ بن چکی ہے۔زرداری، نواز شریف، سب علمائے سُو، عطا اللہ شاہ بخاری کا پلیدستان بنانے کے درپے ہیں۔تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ذرا ان حقائق پر حوصلے سے غور تو کریں۔۔ہمارے ملک عزیز کے اکثر علمائے حق پکی روٹی پڑھ کر مدرسے کے ماحول میں پروان چڑھے ہیں۔جہاں ہم جنس پرستی کا ماحول ہے۔ٹیڑھی تعلیم کا ماحول ہے۔عورت کے مقام سے انحرف ہے۔حضرت رسول اکرم ﷺ اور قرآن کے بتائے ہوئے قرآن سے انحراف ہے۔اپنی عقل کو مقدم رکھ کر اسلام پر عمل کیا جاتا ہے۔تعلق باللہ اور یقین کامل سے نابلد اُمت مرحومہ کوئی نہ کوئی گل کھلانے کو ہے۔ساری دنیا اس قوم کے روّیے پر نالاں ہے۔اکثر ہمارے لیڈر اور علمائے سُو، زانی اور شرابی ہیں۔شکم پُری اُن کا مشغلہ ہے۔سود خور اور سور خور ہیں۔پیری مریدی اور قبر پرستی نے کئی ہرامزادوں کو علمائے اُمت کا درجہ دے دیا ہے۔ایک ہزار اشخاص میں سے ایک شخص بھی قول سدید سے واقف نہ ہے۔عدالتوں میں قرآن پر جھوٹے حلف اُٹھائے جاتے ہیں۔ساری اُمت راشی اور بدکار ہے۔اسمبلی کے ممبران بدکاری کے اڈے چلاتے ہیں آئی جی اور ڈی آئی جی اس کے نگران ہیں۔کھلے عام ناچ گانے کی محافل کا انعقاد ہوتا ہے، شراب نکالی جاتی ہے، نشہ آور اشیاء کھلے عام فروخت ہو رہی ہیں۔اکثر گاؤں کے پنچ، نمبردار، چیئرمین، امام مسجد، معاشرے میں بے انصافی، ظلم، بے حیائی، بدکاری پھیلانے میں ملوث ہیں۔عشر زکوۃ، بے نظیر انکم سپورٹس پروگرام ان کی ذاتی تصدیق پر اُن خوبصورت خاندانوں کی عورتوں کو دیا جاتا ہے جو ان کا

شب وروز مساج کرتی ہیں۔سارا معاشرہ ہی بدکار ہوگیا ہے۔اسلام تو اسلام آباد کو روانہ ہو چکا۔مولانا طاہر اشرفی ،عبدالقوی ،مولانا ڈیزل ،حمداللہ،اوریا فضول جان،منور حسن ،جیسے علمائے اسلام دُشمن پاکستان اس نظام کو چلانے والے ہیں۔اس قوم کی قسمت میں عذاب الیم مقدر ہے۔جس طرح افغانستان کی قوم مردود ہو چکی۔

اسی طرح یہ قوم بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکی ہے مساجد کے حجروں تک تعویز گنڈوں کی آڑ میں فحاشی کے اڈے بن چکے ہیں ۔ اور علاقے کے تھانیداروں کی نگرانی میں چلتے ہیں ۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ان باتوں کو ریا وکذب مت سمجھیں ۔روزانہ کے اخبارات پڑھیں ۔خفیہ پولیس کی رپورٹس پڑھیں ۔تھانوں کے دورے کریں۔مقامی لوگوں کو دوست بنا کر آپ کو حقیقی اورزمین دوز معلومات مل سکتی ہیں ۔اس وطن عزیز کا سارا جسم گل چکا ہے۔ان علمائے سُو نے اس قوم کی ستر سال میں اس قدر گندی تربیت کی ہے کہ اب کسی اور کو یہودی کہنے کی ضرورت نہیں ۔آپ کو اسی ملک میں بدکردار یہودی دستیاب ہیں ۔جو کم سِن بچوں اور بچیوں سے ریپ کر کے اُن کو قتل کر دیتے ہیں اور زندہ بچوں اور بچیوں کی پورنگرافی فلمیں بنا کر فروخت کرتے ہیں ۔اس طرح اسلام کا نام روشن کیا جاتا ہے۔ملک میں کوئی بھی قانون کی بالا دستی نہیں ۔کسی بھی محکمے میں اخلاقی اور ملکی قوانین بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں ۔سب سے بڑا لیڈر اور طاقتور آدمی ہی بڑا ڈاکو اور لٹیرا ہے ۔دین کے ٹھیکیدار ابوجہل اور ابولہب بنے بیٹھے ہیں۔بیرون ممالک سے بیرونی امداد کی شکل میں ملک میں جا بجا غدار پیدا ہو چکے ہیں۔کوئی C.I.A, Mosad, Raw کا ایجنٹ ہے۔مذہبی جماعتوں نے قیام پاکستان سے ہی اس وطن عزیز کو تسلیم نہیں کیا۔ جماعت اسلامی ،جمیعت علمائے پاکستان واسلام ،احرار، باچا خان کے وارث اس ملک کے خلاف ہیں ۔ذرا اس ڈگر پر چل کر تحقیق کریں ۔دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آجائے گا۔

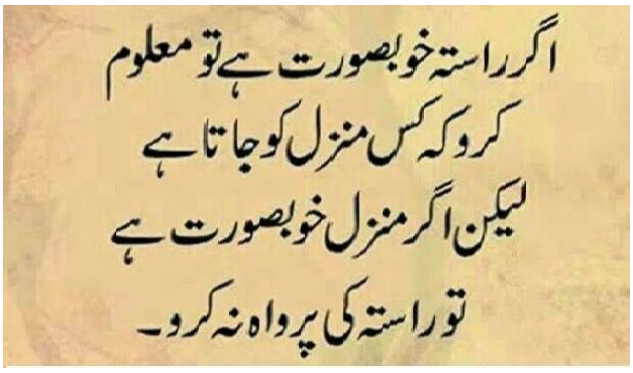


## ترکوں نے تاریخ رقم کردی۔ رجل خوشاب

ترکی میں زیر آب آنے کے خدشے کے پیش نظر قدیم مسجد کو جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا۔4600 ٹن وزنی تاریخی مسجد ترکی کے جس علاقے میں واقع تھی، وہاں ڈیم تعمیر کیا جا رہا ہے۔حصن کیفا میں دریائے دجلہ کے قریب واقع 610 سال قدیم ایک تاریخ مسجد ''جامع ایوبی'' بھی ڈیم بھرنے کے بعد زیر آب آجاتی۔اس تاریخی ورثے کو بچانے کیلئے بہت غور وخوض کے بعد سلطان محمد فاتح کے جانشین اس نتیجے پر پہنچے کہ مسجد کی پوری عمارت کو ستونوں سمیت محفوظ طریقے سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔گزشتہ روز اس منصوبے پر عمل درآمد کیا گیا۔جامع ایوبی کو دیوہیکل کنٹینروں پر لادا گیا۔یہ سارا کام روبوٹس نے سرانجام دیا۔بعدازاں اس مسجد کو تین حصوں میں تقسیم کر کے 2017ء میں تعمیر ہونے والے پارک ''حصن کیفا نیو کلچرل پارک فیلڈ'' منتقل کر دیا گیا۔خانہ خدا سے محبت کرنے والے ترکوں نے یہ انوکھا کارنامہ سرانجام دے کر اپنی سنہری تاریخ کو زندہ کر دیا۔ گزشتہ روز جامع مسجد ایوبی کی منتقلی کا کام مکمل کر دیا گیا۔مسجد کی عمارت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔مرکزی ہال جس کا وزن 2500 ٹن تھا، اسے ایک ساتھ بنیادوں سمیت اُٹھا کر دیوہیکل کنٹینروں پر لادا گیا۔جبکہ مینار اور بیرونی احاطے کو دو الگ الگ کنٹینروں پر رکھا گیا۔ان حصوں کا مجموعی وزن 2300 ٹن تھا۔اس مقصد کیلئے 352 پہیوں والے دیوہیکل کنٹینر لائے گئے تھے۔پہلے عمارت کی چاروں جانب گہری کھدائی کر کے اسے جڑوں تک خالی کر دیا گیا۔پھر چھ سو دس برس قدیم اس عمارت کو ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کیلئے چھت اور دیواروں کو اندر اور باہر سے سہارا دے کر محفوظ (overlooked) بنایا گیا۔پھر ہیوی مشینری کے ذریعے اسے بنیادوں سمیت کنٹینروں پر رکھا گیا۔یہ کام چونکہ انتہائی پاورفل روبوٹس نے سرانجام دیا، اس لئے مسجد کی قدیم عمارت مکمل طور پر محفوظ رہی۔تقریباً دو گھنٹے بعد اسے مذکورہ پارک پہنچایا گیا۔یہ پارک مسجد کی پرانی جگہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مطلوبہ مقام پر پہنچانے کے بعد بھی روبوٹس نے نپے تلے انداز میں مسجد کی عمارت کو کنٹینروں سے اُٹھا کر نیچے رکھ کر تینوں حصوں کو سیٹ کر دیا۔اس عجیب وغریب منظر کو دیکھنے کیلئے صحافیوں سمیت بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔جبکہ ڈرون طیاروں کے ذریعے سے اس کی عکس بندی بھی کی جا رہی تھی۔اس سے قبل حصن کیفا کی کئی تاریخی اشیاء کو اس کلچرل پارک میں منتقل کیا جا چکا ہے تاہم عالمی میڈیا نے تاریخی مسجد کی دیوہیکل عمارت کی منتقلی کو انوکھا اقدام قرار دے کر اس کی بھرپور تشہیر کی ہے۔

***

# کالا پانی۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری، کی سوانح عمری سے اقتباس

عطاء القادر طاہر

کالا پانی کے نام کی وجہ تسمیہ۔ جزائر انڈیمان کے اردگرد شفاف پانی پر جزائر پر موجود کالے کالے پہاڑوں کے عکس کے باعث اس کا پانی کالا نظر آتا ہے۔ ہندوستان پر جب انگریزوں کی حکومت تھی تو انھوں نے اٹھارویں صدی میں ان جزائر میں خطرناک یا عمر قید پانے والے قیدیوں کو رکھنے کیلیے جیلیں بنا رکھی تھیں کیونکہ یہاں سے فرار ہونا ناممکن تھا۔ قیدیوں کو ایک سال تک بارکوں تک پابند رکھنے کے بعد جزائر میں محدود رکھتے ہوئے مشروط آزادی دے دی جاتی تھی۔

مولانا محمد جعفر بھی ایک مذہبی قیدی کی حیثیت سے سن 1865 / 1966 میں کالا پانی بھیج دیئے گئے تھے۔ وہاں انھوں نے اٹھارہ سال گزارے اور وہاں کے حالات درج کئے۔ ان کی کتاب سے لئے گئے کچھ حالات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔ جزائر انڈیمان۔ جزائر انڈیمان خلیج بنگال کے مشرق میں ۹۲ درجہ ۴۷ دقیقہ طول شرقی اور ۴۳ دقیقہ عرض شمالی پر، کلکتہ سے چھ سو میل کی مسافت پر واقع ہیں۔ ایک ہزار جزیروں کا یہ مجموعہ ۱۷۴۶ میل کے رقبہ پر مشتمل ہے۔ کلکتہ سے بذریعہ تیز رفتار کشتی سے پانچ روز میں اور رنگون سے تین روز میں پہنچا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مولین، سنگاہ پور، نپانگ، نکو بار، مدراس اور لنکا بھی مختلف سمتوں سے پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ سب جزائر پہاڑ ہیں اور ہموار زمین بہت کم ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا کوئی ندی نالہ نہیں ہے۔ موسم برسات میں بعض اونچے ٹیلوں سے پانی کے جھرنے بہا کرتے ہیں۔ کنویں وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ پورٹ بلیئر کے زیریں علاقہ میں گندھک کا ایک پہاڑ ہے، جس سے ہر وقت آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔ یہاں کے جنگلات میں خنزیر کے علاوہ اور کوئی چوپایہ، درندہ یا پرندہ نہیں ہے۔ جنگلات میں ہزار ہا قسم کی عمدہ اور پائیدار لکڑی موجود ہے۔ بید کئی قسم کا ہے اور اس کی لکڑی دیگر ممالک میں بطور تحفہ بھیجی جاتی ہے۔ رنگ برنگ کی کوڑیاں اور طرح طرح کی سیپیاں یہاں کے سمندر سے نکلتی ہیں اور دوسرے ملکوں میں بطور تحفہ بھیجی جاتی ہیں۔ پیداوار اور آب و ہوا۔ آم، املی، جامن، کٹھل، بڑہل، جائیپل، اور پان وغیرہ۔ گرم ملکوں کے درخت یہاں کے جنگلات میں خود بخود اُگے ہوتے ہیں۔ گرم ملکوں کے پھل اور دھان، مکئی، جوار، مونگ، ماش اور نیشکر وغیرہ کثرت سے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ سرد ملکوں کے اناج، گندم اور چنے وغیرہ بالکل پیدہ نہیں ہوتے۔ اس کا حکومت نے انتظام کر رکھا ہے کہ وہ کلکتہ سے گندم اور چنے وغیرہ لا کر، سات پائی فی پونڈ یعنی سوا آنہ فی سیر کے حساب سے فروخت کرتی ہے۔ یہاں غلے کا نرخ ہمیشہ ایک رہتا ہے اور اس ملک میں کبھی قحط بھی نہیں پڑتا۔ اس جزیرے کی آب و ہوا اتنی عمدہ اور صحت بخش ہے کہ روئے زمین پر اس کی مثال نہیں ملتی۔ خط استوا سے قریب ہونے کے باعث یہاں بارش بکثرت ہوتی ہے اور دن رات برابر ہیں۔ سارا سال موسم معتدل رہتا ہے۔ نہ سرمانہ گرما، نہ خزاں نہ بہار ہوتے ہیں۔ بارہ مہینے درخت ہرے بھرے رہتے ہیں۔ ان جزائر کے جنگلات نہائیت گنجان اور دشوار گزار ہیں۔ جنگلات میں زمانہ قدیم سے ایک وحشی اور مادرزاد قوم آباد چلی آرہی ہے۔ مرد اور عورت بالکل کپڑا نہیں پہنتے اور نہ ہی انھیں کپڑا میسر ہے۔ ان کا ابھی تک صحیح حال بھی دریافت نہیں ہوسکا کہ وہ کس ملک سے اور کب آکر یہاں سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ ہمیشہ سے وحشی چلے آرہے ہیں یا کبھی مہذب بھی تھے۔ انڈیمان کی نوآبادی۔ سو برس کے قریب ہوئے، ایک جہاز ران، لیفٹیننٹ بلیئر، نے آکر سب سے پہلے لنگر ڈالا تھا۔ اسی وجہ سے اس جزیرے کو، پورٹ بلیئر، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ جزیرہ آباد ہوکر، آب و ہوا کے ناموافق ہونے کے باعث 1796ء میں پھر اُجڑ گیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سرکار کو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ اسے آباد کیا جائے۔ کیونکہ آزادی کی جنگ میں حصہ لینے والے کئی ہزار،، باغیوں،، کو جیلوں میں رکھنا ممکن نہ تھا، چنانچہ مارچ 1857ء سے ،،بغاوت،، کے جرم میں ماخوذ قیدیوں کو یہاں بھیج کر اس جزیرہ کو دوبارہ آباد کردیا گیا ہے۔ اصلی باشندے۔ شروع شروع میں جب قیدی یہاں آکر آباد ہوئے، تو مدت تک جنگلی لوگوں نے بہت سخت مخالفت کی، چنانچہ انھوں نے یہاں کے پہلے سپرنٹنڈینٹ اور کمشنر، ڈاکٹر واکر، کے عہد میں ایک بہت بڑی فوج ظفر موج کے ساتھ حملہ کرکے بہت خون خرابے کئے تھے۔ لیکن اب وہ سرکار کی حکمت عملی اور ملائمت کے باعث فرمانبردار بن گئے ہیں۔ ان لوگوں کا قد چھوٹا ہے۔ چار سے پانچ فٹ چار انچ تک لمبا ہے۔ شکل وصورت میں بالکل حبشیوں جیسے ہیں۔ سیاہ فام، گول سر، آنکھیں اُبھری ہوئیں، مضبوط اور قوی جسم۔ کل جزائر انڈیمان میں ان کی

بارہ ذاتیں ہیں۔ ہر ذات کی زبان دوسری سے بہت کم ملتی ہے۔ جنگ آزادی کے قیدی۔ میں نے یہاں آ کر دیکھا کہ 1857ء کی جنگ آزادی کی بدولت یہاں بیسیوں راجے، نواب، زمیندار، مولوی، مفتی، قاضی، ڈپٹی کلکٹر، منصف، صدر امین، صدر الصدور، رسالہ دار، اور صوبے دار وغیرہ سنت یوسفی ادا کر رہے ہیں۔ نسلی امتیاز۔ وہ معزز ہندوستانی جن کے آگے سینکڑوں اور ہزاروں نوکر تھے، انہیں بھی سیاہ رنگت اور ہندوستانی باشندے ہونے کی وجہ سے موٹا جھوٹا کھانا دیا جاتا اور عام لوگوں کے ساتھ ان سے بھی مشقت لی جاتی تھی۔ مگر یورپین گورے بلکہ اکثر دوگلے سیاہ رنگت والے بھی فقط کوٹ پتلون کے شرف یا عیسائی کلمہ پڑھنے کی وجہ سے پلٹن کے گوروں کے ہمراہ کھانے اور کپڑے کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ ان کے رہنے کے لئے الگ بنگلے اور خدمت کے لئے بلا تنخواہ نوکر مامور تھے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس گورے یا دوگلے کو لائسنس مل جاتا اس کو تو پچاس روپیہ ماہوار تک نقد تنخواہ بھی ملتی تھی۔

دریا کو اپنی، طغیانیوں، سے ہے کام
کشتی کسی کی پار ہو، یا درمیاں رہے

***

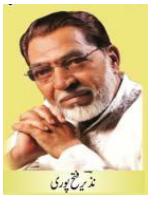

# نذیر فتحپوری انڈیا

شاعر۔فرزانہ فرحت (لندن)

معزز رفقائے بزم۔ اردو شاعری میں نسوانی لہجے کی توانائی اب مستحکم ہو چکی ہے۔ پروین شاکر سے لے کر پروین شیر تک خواتین کی ایک طویل فہرست ہے جو شعر و ادب کے حوالے سے اپنے افکار و نظریات کو اُجاگر کرنے میں پیش پیش ہے۔ ایک عرصہ سے خاتونِ خانہ کو معاشرے نے نہ صرف یہ کہ شرف قبولیت بخش دیا بلکہ سند افتخار بھی عطا کر دیا۔ زندگی خوابوں کی ڈگر سے ہٹ کر حقیقتوں کی شاہراہوں پر محو سفر ہے۔ خواتین اس سفر میں مسلسل رواں دواں ہیں۔ نہ دھوپ سے جلائے جانے کا خوف ہے نہ آبلوں کا ڈر ہے۔ حوصلوں کی توانائی اور عزائم کی پختگی نے اس سفر کو سہل بنا دیا ہے۔ اب صنف نازک کسی مضبوط سہارے کے بغیر بھی جبر اور ظلم کی جنگ لڑنے کے لیے خود کو تیار رکھتی ہے اور کامیابی سے بھی ہمکنار ہوتی ہے۔ ہم یہاں محترمہ فرزانہ فرحت صاحبہ کی شاعری سے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ محترمہ فرزانہ فرحت صاحبہ انگلستان میں مقیم ہیں وہ اُردو سے محبت کرتی ہیں اور شاعری کا دم بھرتی ہیں۔ شاعری کی اصناف میں نظم سے کم کم اور غزل سے انہیں شدید رغبت ہے۔ غزل جو اُردو شاعری میں اظہار کا سب سے موثر وسیلہ ہے۔ اشاروں کنایوں کی پاسداری عمل، ابہام و ادراک کے پردوں میں رہ کر بہت نمایاں اور با حوصلہ کردار ادا کرتی ہے۔ فرزانہ فرحت صاحبہ نے غزل کی اسی جسارت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنا مطمحِ نظر واضح انداز میں بیان کر دیا ہے۔

غربت میں پلی ہوں، مرے سب خواب سادہ ہیں
محلوں میں نہیں ہے مرا رہنے کا ارادہ
نہ اطلس و کمخواب نہ ریشم کی تمنا
درکار ہے مجھ کو تری چاہت کا لبادہ

محترمہ فرزانہ فرحت صاحبہ کی غزل میں کسی ہجر زدہ، غم کی ماری، زندگی اور حالات سے ہاری ہوئی خاتون کے آنسو اور فریاد و فغاں کا عکس کم کم ہی نظر آتا ہے۔ لیکن اپنے منفی حالات سے انہیں شکایت ضرور رہی اور یہ کوئی بے بسی کی بات نہیں۔ انسان پہاڑ ہونے کے باوجود حالات کی ضربوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔

***

# مراکش کی سیر

فہیم اختر
لندن

مراکش میں ہر سو مرحبا مرحبا، دنیا کتنی خوبصورت اور دلچسپ ہے اس کا اندازہ تب ہوتا ہے جب انسان مختلف ممالک کا دورہ کرتا ہے۔ میں نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں سیر کرنے کا ایک جنون ہوتا ہے۔ جس کی ایک وجہ مالی حالت کی بہتری ہوتی ہے اور تجارت بھی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعہ انسان ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتا رہتا ہے۔ میں نے بھی دنیا کے کئی ممالک کا سفر کیا ہے اور مجھے اس بات کا اقرار کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ پچھلے تین برسوں میں ہم نے ان ممالک کی ثقافت، مزیدار پکوان، لوگوں کا رہن سہن اور آب وہوا سے خوب بہرہ ور ہوئے ہیں اور ہماری معلومات میں بے پناہ اضافہ بھی ہوا ہے۔ مراکش جانے کا ارادہ تو کافی عرصے سے تھا لیکن اس سال ہی جائیں گے اس کا طے تب ہوا جب میری بیٹی زارا فہیم نے کرسمس کی چھٹیوں میں مراکش چلنے کی خواہش ظاہر کی۔

18/دسمبر کی صبح اپنی بیگم ہما سید اور زارا فہیم کے ہمراہ گیارہ بجے ہم لندن کے دوسرے معروف ائیر پورٹ (Gatwick) گیٹ وِک کی طرف روانہ ہوگئے۔ لگ بھگ پینتالیس منٹ کے بعد ہم ائیر پورٹ کے لمبی مدت والے پارکنگ پہنچ گئے۔ گاڑی کی چابی کاؤنٹر پر دے کر پارکنگ کمپنی کی بس پر سوار ہو کر گیٹ وِک کے نارتھ ٹرمینل کی جانب چل پڑے۔ مراکش پہنچنے کی چاہت سے دل میں فرحت محسوس ہونے لگا۔ تھوڑی دیر میں چیک ان ہوجانے کے بعد (Easy Jet) جہاز پر سوار ہوگئے۔ پائلٹ نے ہمارا استقبال کیا اور ساڑھے تین گھنٹے میں مراکش پہنچانے کا یقین دلایا اور جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ مقامی وقت کے مطابق ہمارا جہاز رات کے پونے نو بجے مراکش شہر کے مینارا ائیر پورٹ پر اُتر گیا۔ مراکش کے مینارا ائیر پورٹ پر عربی زبان میں 'مرحبا مرحبا' لکھا ہوا پایا جس سے اس بات کا احساس ہوا کہ مراکش میں عربی زبان عام ہے۔ تاہم مراکشی لوگ فرانسیسی زبان بھی خوب بولتے ہیں۔ لندن کی سردی کے برعکس مراکش شہر کی گرمی کا احساس ناگوار نہیں گزر رہا تھا۔ لیکن تھوڑی تھوڑی سردی کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ ہم نے برٹش پاسپورٹ کی وجہ سے سیکورٹی چیک جلدی کروالیا کیونکہ ہمیں ویزا کی ضرورت نہیں تھی۔ باہر نکلتے ہی سامنے ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچے اور انگریزی زبان میں ٹیکسی والے سے بات کرنے کی کوشش کی تبھی یاد آیا زارا فہیم کو فرانسیسی زبان آتی ہے۔ پھر ہم نے زارا کی مدد سے ٹیکسی والے سے ہوٹل چلنے کی بات کی اور کرایہ کی رضامندی کے بعد ہم سب ہوٹل کو نکل پڑے۔ ٹیکسی اندر اور باہر سے کافی صاف ستھری اور اچھی حالت میں تھی۔ ائیر پورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے راستے کا نام محمد ششم تھا جو کہ مراکش کے بادشاہ کے نام پر ہے۔ سڑکیں نہایت خوبصورت اور روشنی سے پرنور تھیں۔ سڑک کے دونوں کنارے درختوں سے سجے ہوئے تھے۔ کھجور کے درختوں سے اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ مراکش میں عرب ماحول کا بے حد اثر ہے۔ اس کے علاوہ نارنگی کے درخت بھی سڑک کے دونوں کنارے کافی دکھائی دیئے۔ تاہم ان نارنگیوں کو آلودگی کی وجہ سے لوگ کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ سڑک کے بیچ میں روشنی کے ذریعہ مراکش قومی جھنڈے کی نمائش کی گئی تھی۔ جس سے ملک میں قومیت کا جذبہ صاف دِکھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر مجھے اس بات کا احساس ہوگیا کہ آخر یورپ کے لوگ کیوں مراکش جانا پسند کرتے ہیں۔ ابھی ہم ٹیکسی میں بیٹھے باہر کا نظارہ کر ہی رہے تھے کہ ٹیکسی والے نے ہوٹل پہنچنے کا اعلان کر دیا۔ ہم نے ڈیڑھ سو مراکشی درہم ادا کئے اور ہوٹل میں داخل ہوگئے۔

19/دسمبر کی صبح جب آنکھ کھلی تو باہر کافی اندھیرا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی تو آٹھ بج رہے تھے۔ ہوٹل کی بالکونی سے باہر جھانکا تو کچھ بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا البتہ پرندوں کی چہچہاہٹ ضرور سنائی دی۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ دسمبر میں مراکش کی صبح کافی دیر میں شروع ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر مزید آرام کرنے کے بعد ہم نہا کر تیار ہوئے اور ہوٹل سے باہر نکلے۔ باہر دھوپ اپنی بانہیں پھیلائے ہمیں 'مرحبا مرحبا' کہہ رہی تھی۔ ابھی ہم کچھ ہی قدم بڑھے ہوں گے کہ ایک خاتون نے ہمیں آواز دی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اگر ہمیں ٹور گائڈ کی ضرورت ہے تو لیلیٰ خدیجہ نام کی یہ خاتون خدمت میں حاضر ہے۔ ٹور گائڈ نے ہمیں آدھے دن مدینہ علاقے میں گھمانے کی خدمت کا تین سو

درہم مانگا اور ہم رضامند بھی ہوگئے۔ مدینہ علاقہ مراکش شہر کا قدیم علاقہ ہے جہاں ہزاروں دکانیں ہیں۔ادویات، کھجور، شربت، کپڑے، چمڑے کے بیگ کے علاوہ پودینہ اور آرگان کے تیل کی دکانیں بہتات میں تھیں۔گائڈ خدیجہ نے بتایا کہ آرگان کا تیل بالوں اور جلد کے لئے بے حد مفید ہے۔آرگان تیل جلد اور بالوں کی خشکی دور کر کے ان کو خوبصورت اور پر رونق بناتا ہے۔اس کے علاوہ اس تیل کی مالش سے درد میں بھی کمی ہوتی ہے۔کئی دکانوں میں عورتیں آرگان کا تیل نکالتے ہوئی دکھائی دیں جسے سیاح کافی دلچسپی سے دیکھتے اور تیل خرید رہے تھے۔ہم نے مراکشی لباس خریدے اور کچھ تیل بھی لیا۔تاہم ہمیں اس بات کا بھی دکھ ہوا کہ تھرڈ ورلڈ کے لوگوں میں ایمانداری کا فقدان ہے۔

مثلاً مراکش میں اگر کسی سامان کی قیمت پانچ درہم ہے تو تاجر اس کی قیمت سیدھے پچاس درہم بتاتا ہے۔اس کے بعد بحث کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے اور خریدار کا اعتبار تاجروں سے اُٹھ جاتا ہے۔ہم نے اس بات کو ہر جگہ اور قدم پر محسوس کیا جو کہ مجھے ایک افسوس ناک بات لگی۔ابھی ہم بازار گھوم ہی رہے تھے کہ میری نظر اچانک ایک دکان پر پڑی جو بکرے کا سر سجا کر بیٹھا تھا۔میں نے ٹورگائڈ خدیجہ سے درخواست کی کہ مجھے اس دکان میں لے چلے۔دکان کے سامنے ایک آدمی بکرے کے سر کو سجا کر بیٹھا خریداروں کا انتظار کر رہا تھا۔خدیجہ نے ہمیں بتایا کہ اسے مراکش میں 'رس' کہتے ہیں۔خدیجہ نے اس شخص سے مراکشی زبان میں گفتگو کی اور پھر مجھے تندور میں جھانک کر دیکھنے کو کہا۔تندور کے اندر کئی بکروں کے سر پکائے جا رہے تھے۔میں ہما اور زارا کے ہمراہ ایک ٹیبل پر بیٹھ گیا اور بے صبری سے بکرے کے سر کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد ہمارے سامنے بکرے کا سر دو حصّوں میں کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ساتھ ہی مراکشی مصالحہ بھی دیا گیا جسے آپ اپنی مرضی سے اس کے اوپر چھڑک کر کھاتے ہیں۔سچ پوچھئے تو بکرے کا سر تھا بہت لذیز لیکن ایک بات کا خوف ہمیں ستا رہا تھا کہ بکرے کا سر اس قدر تندور میں پکایا گیا تھا کہ کان اور آنکھ میں کوئی فرق دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے ہم کھاتے کھاتے احتیاط پر مجبور ہوگئے۔لیکن پھر بھی ہم سب نے بکرے کے سر کو خوب مزے لے لے کر کھایا۔مراکش شہر دو حصّوں میں بنا ہوا ہے۔ایک حصّہ پرانا شہر جو اونچی دیواروں کے پیچھے ہے جبکہ دوسرا حصّہ نیا شہر جو جدید آرائشوں سے سجا ہوا ہے۔نئے شہر کی سڑکیں صاف وشفاف اور فٹ پاتھ پر گندگی کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔معلوم پڑتا ہے شہر کی صفائی ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔زیادہ تر لوگ جدید لباس میں ملبوس دِکھتے ہیں۔اہم شاہراہ پر عمارتیں چار منزلہ ہیں جبکہ شہر کے اندرونی حصّے میں بنگلے بنے ہوئے ہیں۔تاہم پرانے شہر میں داخل ہوتے ہی پورا ماحول بدل جاتا ہے۔لوگ، لباس، رہن سہن، بازار راستے وغیرہ سب کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ہندوستانی فلم لیلیٰ مجنوں کے سیٹ پر جا پہنچے ہوں۔کہیں تانگے کی سواری ہے تو کہیں گدھا گاڑی بھاگتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔جگہ جگہ راستے پر لوگوں کو کھاتے ہوئے دیکھنا ایک عام بات ہے اور کئی جگہوں پر طرح طرح کے مداری اپنا کھیل دکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔گویا کے پورا ماحول کافی دلچسپ اور لطف انگیز ہوتا ہے۔کچھ خریداری وغیرہ کرنے کے بعد ہمیں تھکاوٹ ہونے لگی۔ہماری ٹورگائڈ خدیجہ نے شام کے ڈھلتے ڈھلتے ہمیں اپنی گاڑی پر ہوٹل چھوڑ دیا۔ہوٹل پہنچتے ہی ہم نڈھال ہو کر سیدھے بستر پر لیٹ گئے اور مراکش کو مزید دیکھنے کی خواہش لئے سو گئے۔

## مراکش شہر اور جامع الفناء اسکوائر

مملکتِ مراکش شمالی افریقہ کا ایک ملک ہوتے ہوئے بھی افریقی یونین کا رکن نہیں ہے۔ملک کا مکمل عربی نام 'المملکۃ المغربی' ہے جس کا مطلب مغربی سلطنت ہے۔اُردو سمیت کئی زبانوں میں اسے مراکش کہا جاتا ہے جو اس کے سابق دارالحکومت مراکش (شہر) کا نام ہے۔اس کے علاوہ مملکتِ مراکش کو انگریزی میں موروکّو، فرانسیسی زبان میں مورکو بھی کہا جاتا ہے۔ظہور اسلام کے بعد 7ویں صدی میں عرب افواج شمالی افریقہ کو فتح کرتے ہوئے مراکش پہنچیں۔اس فتح کے بعد مراکش میں اسلامی ثقافت کو مقامی لوگوں نے اپنایا اور 'بربر' آبادی کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔مراکش اس وقت افریقہ میں سب سے دولت مند ملک تھا اور بحیرہ روم میں داخلے کے راستے پر قائم ہونے اور اپنے بہترین محل وقوع کے باعث یورپ کے ممالک کی نظر میں آ گیا۔جس کی وجہ سے فرانس اور اسپین نے مملکتِ مراکش پر 1956 تک اپنا قبضہ جمائے رکھا۔آج بھی ہزاروں افریقی اور دیگر ممالک کے بے روزگار باشندے مملکتِ مراکش پہنچ کر کسی طرح سے یورپ جانے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اسپین یورپ کا ایک ایسا ملک ہے جو مملکتِ مراکش سے بالکل قریب ہے۔میں نے مراکش شہر میں تمام عمارتوں کو ایک رنگ میں رنگا پایا جو کہ شہر کی خوبصورتی کے ساتھ اتحاد کی بھی گواہی دے رہے تھیں۔اسی لئے مراکش شہر کو 'لال شہر' بھی کہتے ہیں لیکن مجھے اس کا رنگ لال کی بجائے 'گہرہ گلابی' دِکھا۔چاہے وہ سرکاری عمارت ہو یا نجی رہائشی مکان، سب کے سب گہرے گلابی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

20/دسمبر کی صبح ہوٹل سے نکلتے ہی پاس ایک ٹورسٹ ایجنسی واقع ہے جس کے ذریعہ ہم نے (Atlas Mountains) جبال الاطلس جانے کا پلان بنایا۔ٹورسٹ ایجنسی نے ہم سے جبال الاطلس لے جانے کے لئے چھ سو

درہم مانگے۔صبح گیارہ بجے ہم ٹورایجنسی کی ایک بڑی گاڑی پر سوار ہوکر جبال الاطلس روانہ ہوگئے۔لگ بھگ نوے منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم جبال الاطلس پہنچ گئے۔پوری وادی ہرے بھرے درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور جگہ جگہ پانی کے جھرنوں کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔جبال الاطلس کی لمبائی 500,2 کیلومیٹر ہے اور اس کا دامن الجیریا سے لے کر تیونس تک پھیلا ہوا ہے۔'توبکال' جبال الاطلس کی سب سے اونچی چوٹی ہے جس کی اونچائی 671,13 فٹ ہے اور جو مراکش کے علاقے میں ہے۔ڈرائیور نے جبال الاطلس کے معروف سٹی فاطمہ پہنچ کر گاڑی پارک کی اور ہمیں قریب ہی ایک ریسٹورنٹ میں لے گیا جہاں ہماری ملاقات ایک ٹوُر گائیڈ سے ہوئی۔اس ٹوُر گائیڈ نے جبال الاطلس کی اُونچائی پر لے جانے کے لئے ہم سے 150 درہم مانگے جس میں ہمیں تین اہم پانی کے جھرنوں کو بھی دِکھانا شامل تھا۔ہم تھوڑی دیر آرام کر کے ٹوُر گائیڈ کے ہمراہ جبال الاطلس کی چڑھائی پر روانہ ہوئے۔راستے میں چھوٹی چھوٹی دکانیں جس میں انار اور نارنگی کے شربت کے علاوہ دست کاری کے سامان بک رہے تھے۔لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہم مزید اونچائی پر نہ جا کر واپس ریسٹورنٹ آ گئے اور جھرنوں کے قریب ہی لگی ہوئی ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

ریسٹورنٹ سیاحوں سے بھرا ہوا تھا۔ویٹر نے کھانے کا آرڈر لیا اور تھوڑی دیر میں مراکش کا معروف کھانا 'طجین' میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔طجین مراکش کا ایک اہم پکوان ہے جو بکرے یا مرغ کی گوشت کا ہوتا ہے اور جسے مٹی کے برتن میں پکائے جاتے ہیں۔ہم نے خوب جم کر کھانا کھایا اور مقامی گیت اور سنگیت کا لطف بھی لیا جسے دو لوگ ہر ٹیبل پر جا کر گا اور بجا رہے تھے۔جمعہ 21 دسمبر کو ہوٹل کے پاس ہی ایک مسجد میں نماز ادا کی۔مراکش کے مساجد کے مینار چوکور ہوتے ہیں جو کہ اپنے آپ میں بالکل منفرد ہے۔ایک مقامی صاحب نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان میناروں کو تعمیر کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھا گیا کہ مینار کو خانہ کعبہ کی شکل میں بنایا جائے۔مسجد کے قریب پہنچ کر کئی مرد اور عورتوں کو ہاتھ پھیلائے پیسہ مانگتے دیکھا جو اس بات کی یاد دہانی کرا رہا تھا کہ دنیا بھر کی مساجد کے باہر غرباء کو بھیک مانگتے دیکھنا شاید ایک لازمی بات ہے۔ایک بات اور یہاں میں بتاتا چلوں کہ راہ چلتے اکثر میں نے فٹ پاتھ پر لوگوں کو چادر یا کارڈ بورڈ بچھا کر نماز پڑھتے پایا جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ مراکش کے لوگ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں۔سنیچر 22 دسمبر کو ہم نے ایک گاڑی کرایہ پر لی اور شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔سب سے پہلے ہم مدینہ پہنچے جو مراکش شہر کے پرانے علاقے میں ہے۔یہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہم نے 'جامع الکتبیۃ مسجد' دیکھی۔یہ مراکش کی سب سے بڑی اور قدیم مسجد ہے جس کی تعمیر (1184-1199) میں خلیفہ یعقوب المنصور نے کروائی تھی۔اس مسجد کو لال پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے اور یہ 260 فٹ لمبا اور 200 فٹ چوڑی ہے جبکہ اس کے مینار کی اونچائی 253 فٹ ہے۔اس کے قریب ہی جامع الفناء کے پاس عالیشان 'قصبہ مسجد' بھی واقع ہے جسے خلیفہ یعقوب المنصور نے بارہوی صدی میں تعمیر کروایا تھا۔شام دھیرے دھیرے اپنی سیاہی پھیلا رہی تھی اور مدینہ علاقے کا معروف جامع الفناء میں لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔تھوڑی دیر انتظار کے بعد پورا اسکوائر تفریح کے ماحول میں تبدیل ہوگیا۔چھوٹے چھوٹے گروپ کی شکل میں لوگ بھیڑ لگائے اپنے اپنے شوق سے لطف اندوز ہو رہے تھیں۔پورا جامع الفناء اسکوائر سیاحوں سے بھرا پڑا تھا۔کہیں موسیقی بجائی جا رہی تھی تو کہیں کھیل کود دِکھایا جا رہا تھا۔ایک جگہ تو کئی دکانوں میں صرف کھانے پینے کی چیزیں بک رہی تھیں اور لوگ دیوانہ وار کھانے کے لئے اُمڈ پڑے تھے۔کچھ جگہوں پر سانپ کا کھیل دِکھایا جا رہا تھا۔بہت ساری عورتیں حنا لگا رہی تھیں۔جوتشی قسمت کا حال بتا رہے تھے تو کہیں بندر کا کھیل بھی دِکھایا جا رہا تھا۔گویا جامع الفناء کا پورا علاقہ ہندوستان کے میلے کی یاد دلا رہا تھا۔جامع الفناء کو 1985 میں UNESCO نے عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا ہے۔جامع الفناء کے قریب ہی ایک خوبصورت پارک بھی ہے جہاں مقامی لوگوں کی موجودگی اور بھیڑ بھاڑ سے اس بات کا احساس اور خوف ہوا کہ اس پارک میں بیٹھنا محفوظ نہیں ہے کیونکہ پارک میں موجود لوگوں کے چال چلن مشکوک لگ رہے تھے۔پارک کے پاس ہی سیاحوں کے لئے گھوڑے گاڑی کی سواری کا بھی انتظام تھا جس پر لوگ بیٹھ کر جامع الفناء کا ایک چکر لگاتے تھے۔اتوار 23 دسمبر کی صبح بارہ بجے ہم نے ہوٹل سے ٹیکسی لے کر ائیر پورٹ کی طرف چل پڑے۔راستے میں مراکش شہر کی خوبصورت محمد ششم روڈ کے ذریعہ آدھے گھنٹے میں مینارہ ائیر پورٹ پہنچ گئے۔محمد ششم جو کہ ملکتِ مراکش کے بادشاہ ہیں اور ان کی مقبولیت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب ان کی تصویر ہر جگہ لگی ہوئی پائی۔چاہے وہ عالیشان ہوٹل ہو یا معمولی حجام کی دکان ہو، ہر جگہ بادشاہ محمد ششم کی تصویر ٹانکی ہوئی ملی۔لوگوں سے بات چیت کرنے پر یہ اندازہ ہوا کہ مراکشی لوگ اپنے بادشاہ کو بہت مانتے اور عزت بھی کرتے ہیں۔

مینارہ ائیر پورٹ کافی جدید اور تمام سہولیات سے آراستہ ہے۔چیک اِن کروانے کے بعد ہم ائیر عربیہ کی جہاز پر سوار ہوگئے اور مراکش شہر کی خوبصورت یادوں کے ورق کو پلٹنے لگا۔مجھے مراکش کے سفر کے بعد اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ دنیا بھر میں اور خاص کر یورپ کے لوگوں میں مملکتِ مراکش کیوں مقبول اور پسندیدہ سفر کرنے کا ملک ہے۔میں مراکش شہر کی یادوں کو اپنے ذہن میں سمیٹے گم تھا اور جہاز اُڑان بھر چکا تھا۔تین گھنٹے کے سفر کے بعد ہم واپس لندن کے گیٹ وِک ائیر پورٹ پہنچ گئے اور مراکش شہر کی خوبصورت یادکو ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں قید کر لیا۔

# ظلم، بے انصافی، تعصب اور حسد کا چیلنج خوشاب میں

اے آر خاں

قوموں کی تربیت اور اُن کو صراط مستقیم پر رکھنا اولیاء اور انبیاء اور مجددین کا مشن ہوتا ہے۔ جبکہ سیاسی اور مفاد پرست لوگ تو اپنے مفادات کے محافظ ہوتے ہیں۔ پنجاب کے اکثر علاقوں میں علمائے سُو اور سیاسی لٹیروں نے اپنے مفادات کی آڑ میں قوموں کو خوب تقسیم کیا ہے۔ کہیں ذات پات کا تعصب ہے، برادری کی تقسیم ہے تو کہیں مہاجر لوکل کا تعصب ہے۔ اور کہیں کلچر اور زبان کے تعصب نے ساری قوم کو منتشر کر کے رکھ دیا ہے۔ علمائے سُو نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ دیوبندی، بریلوی، چشتی، قادری، اہلسنت، لبیک، ختم نبوت، بے شمار قسم کی تفریق اس ملاں نے پھیلا کر اُمت مسلمہ کو منتشر کر کے اپنے مفادات کو مقدم کر رکھا ہے۔ ضلع خوشاب میں بھی یہ آگ برابر جل رہی ہے۔ ضلع خوشاب میں سیاست میں کامیاب رہنے والے کئی خاندان اپنے مفادات کی جنگ قیام پاکستان سے ہی لڑ رہے ہیں۔ بعض تو پانی کے بلبلے کی مانند آئے اور چلے گئے۔ بعض کچھ زیادہ وقت تک کامیاب ہوتے رہے۔ مثلاً ۱۹۷۰ کی دہائی میں پی پی پی میں نسیم احمد آہیر آئے۔ مگر سیاسی مکاری میں اصولوں کو مدنظر نہ رکھ سکے۔ مگر ٹوانہ خاندان نے کافی سال اپنے مفادات کی جنگ جیتی اور آج تک اپنی سیاست کو زندہ رکھنے میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ نعیم خان اعوان کا طوطی بھی بولتا رہا۔ سمیرا ملک نے بھی اپنے عالی نسبی کا بھرم رکھا، بندیال خاندان بھی اپنی دولت اور بیوروکریسی کے بل بوتے پر کچھ سیاست میں چمکا۔ شجاع بلوچ مرحوم بھی سیاست کرتا رہا، ایوب بھاہ نے بھی حصہ ڈالا۔ مگر ان سب نے مجموعی طور پر خوشاب کو مقدم نہیں رکھا۔ اور نہ ہی خوشاب کے عوام کی بنیادی ضروریات کو ترجیح دی۔ جو بھی سیاس اقتدار میں آتا ہے۔ کچھ نہ کچھ تو دکھانے کے لئے کرتا ہے۔ اس حد تک تو ۵ پانچ فیصد ترقیات کے کام ہوئے۔ مگر عوام کی ہمدردی کے لئے کوئی غیر معمولی کام نہ ہو سکا۔ حکومت جو حسب معمول روٹین میں کرتی رہی۔ سیاسی کارکن اس پر اپنے اپنے حلقے میں اپنے نام کی تختی لگانے میں کامیاب رہے۔ اسی کے ناطے لوگوں سے ووٹ مانگتے رہے۔ ضلع میں لوکل مہاجر تعصب پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اگر خوشاب جوہر آباد، قائد آباد، نوشہرہ، نور پور، کے سب سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں ملازمتوں کا جائزہ لیا جائے تو اس تعصب کی کلی کھل جاتی ہے۔ ہر جگہ لوکل لوگ نظر آئیں گے۔ بے شک لوکل آبادی زیادہ ہے مگر تناسب سے بھی کم ملازمتیں مہاجروں کو دی جاتی ہے۔ مہاجروں کے چکوک کو دانستہ طور پر انتخابی حلقوں میں ہر بار اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایک حلقے میں اکٹھے نہ ہو سکیں۔ یوں تو سارا ضلع ہی بنیادی سہولتوں، تعلیم، صحت وغیرہ سے محروم ہے۔ مگر مہاجر علاقوں کو خصوصی طور پر محروم رکھا گیا ہے۔ مہاجر لوگوں میں نہ کوئی بڑی سیاسی لیڈر شپ ہے۔ اور نہ کوئی بڑا زمیندار۔ ان کی آواز ہمیشہ دبائی جاتی رہی ہے۔ حالانکہ مہاجر طبقے میں خواندہ افراد کا تناسب ہر دور میں بہت اچھا رہا ہے۔ تعلیم اور صحت کی پسماندگی نے خوشاب کی حالت مزید خراب کر دی ہے۔ جہالت، اور لاعلمی کی وجہ سے غریب عوام کو یکساں نقصان پہنچ رہا ہے۔ میری ان سب ارباب حل وعقد سے درخواست ہے کہ انسان کی نیت اور ایمان اور عمل کا حساب لینے کے لئے ایک خدا تعالیٰ بھی موجود ہے۔ آپ کے ضلع میں کیا ہو رہا ہے۔ کون کون سے طبقہ کو اپنے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ بھی صاحب اقتدار لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ مہاجر لوکل کی بات اس لئے کی گئی ہے۔ کہ چک نمبر اٹی ڈی اے (مہاجر) کے تمام رقبے کا پانی ایک شخص (لوکل) نے پانچ سال سے بند کر رکھا ہے۔ اور عدالت میں اسٹے آرڈر لے رکھا ہے۔ کوئی بھی سیاسی لیڈر، چوہدری اور وڈیرا اس مسئلے کو حل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ کیونکہ یہ لوکل اور مہاجروں کی جنگ ہے۔ سارا گاؤں ۵ سال سے رزق سے محروم اللہ کے انصاف کا منتظر ہے۔ دوسرا ضلع خوشاب میں کوئی مذہبی آزادی نہیں۔ بے لگام جاہل ملاں کی حکومت ہے۔ جو آئے دن جماعت احمدیہ کے افراد پر ظلم ڈھائے ہوئے ہے۔ جماعت احمدیہ چک نمبر ۲ ٹی ڈی اے (مہاجروں) کی مسجد چھین کر ایک ایسے لوطی ملاں کے حوالے کر دی گئی ہے جو کہ ۷۰ سال سے اُن کی عبادت گاہ تھی۔ اور مسجد کی پانچ ایکڑ نہری زمین اطہر شاہ (لونڈے باز) آف قائد آباد کے نام الاٹ کر دی گئی ہے۔ معاشرے میں انصاف کی بجائے شر پھیلا دیا گیا ہے۔ اور بھی کئی مسائل ہیں مگر یہ دو مسئلے فوری حل طلب ہیں۔ سب سیاسی لیڈروں کو ان مسائل کا علم ہے۔ مگر کوئی بھی کسی خطرے کو مول لینے کے لئے تیار نہیں اور انصاف کرنے سے قاصر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

***

# کچھ اپنے دل پر بھی زخم کھاؤ

طاہر احمد بھٹی

ہمارے ایک رشتے میں چچا سیف اللہ بھٹی مرحوم ۱۹۸۰ء کی دہائی کے اوائل میں پاکستان میں اپنا کلسیاں بھٹیاں کا زمیندارہ اور ڈیرے داری تیاگ کر امریکہ کی ریاست ہیوسٹن میں جا آباد ہوئے۔ کم گو، نفیس طبع اور غور وفکر کر کے بے ضرر مگر دیرپا اثر چھوڑنے والے سوال اُٹھاتے تھے اور جواب کو اپنی اتنی ہی بے ضرر مسکراہٹ سے مزّین کر کے مجلس میں کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ دو چار سال بعد پاکستان آتے تو رات کو ڈیرے میں مجلس جمتی اور وہ اپنے دیرینہ دوستوں کو امریکہ کے اپنے سے متعلقہ واقعات سناتے۔ ایسی ہی ایک شام بتانے لگے کہ ہم نے اپنے علاقے میں احمدیہ مسجد بنائی تو جب اس میں کارپٹ بچھانے کا مرحلہ آیا تو میں نے احمدیہ مشنری صاحب کو تجویز دی کہ فلاں جگہ ہائی وے پر ایک پٹرول پمپ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے وہاں میں نے بڑے دیدہ زیب کارپٹس دیکھے تھے، کیوں نہ ویسے کارپٹس ہی بچھوائے جائیں۔ چنانچہ ہم دو تین لوگ کار میں سوار وہاں گئے اور پٹرول پمپ کے مالک سے ملے۔ موصوف بڑے خوش ہوئے، اپنی مسجد دکھائی اور کارپٹس کے لئے رابطے کا بتایا اور چائے سے تواضع کی۔ اثنائے گفتگو جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ اتنی بڑی مسجد احمدیہ جماعت کی ہے تو کہنے لگے کہ میں تو بہت عرصہ پہلے یہاں آ گیا تھا اور احمدیوں کے بارے میں سنا تو تھا لیکن کبھی ان کے عقائد کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔ اب یہ مسجد وغیرہ تو ہمارے جیسی ہے تو پھر کیا فرق ہے۔ یہی سنا تھا کہ آپ لوگ جہاد کے منکر ہیں اور ختم نبوت پر ایمان نہیں۔ تو کیا آپ بتائیں گے کہ جہاد کے بارے میں پھر آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ چچا کہتے ہیں کہ میرے جواب دینے سے قبل ہی مربی صاحب نے کہا کہ جناب، جماعت احمدیہ کا جہاد کے بارے میں سو سال پہلے وہی عقیدہ تھا جو آپ سارے مسلمانوں کا ہوتا جا رہا ہے۔ بانی جماعت احمدیہ نے جہاد کے نام پر فساد اور بغاوت کو حرام قرار دیا تھا اور اب آپ سارے بھی جہادی تنظیموں اور جہادی ملوانوں کو بین لگا لگا کر روک رہے ہیں یعنی عملی طور پر حرام قرار دے رہے ہیں۔ مرزا صاحب کی فراست نے خدا کے نور سے دیکھ کر قبل از وقت اس فتنے کو بھانپ لیا تھا اور اس سے دور رہنے کی تلقین اپنی جماعت کو فرمائی۔ آپ سو سال گزرنے اور عالم اسلام اور اسلام پر بہت سے داغ اس جاہل ملائیت کے ہاتھوں لگوانے کے بعد وہی عقیدہ اپنا رہے ہیں۔ ہمیں ساری سزا سو سال قبل سوچ لینے اور دیکھ لینے کی ملی ہے ورنہ منکرین ہم بالکل نہیں ہیں۔ اور کم وبیش یہی حال ختم نبوت کا ہے۔ آج یہ واقعہ یاد اس لئے آیا کہ امریکہ میں موجودہ وزیر اطلاعات کو پریس کانفرنس میں سوالوں کے جواب دیتے دیکھا اور سنا۔ ڈاکٹر کاشف چوہدری نے جو سوال اُٹھایا تو وزیر موصوف نے جواب میں کہا کہ اینٹی احمدیہ قوانین اور اقلیتوں کے بارے جو کچھ پاکستان میں سن 1953 سے ہو رہا ہے اس کا کوئی سیدھا اور کھرا جواب تو نہیں دیا جا سکتا لیکن، ہاں۔۔۔ آپ احمدی مسلمان کے طور پر آئین کی رُو سے وزیر صحت بن سکتے ہیں۔ اور یہ بات انہوں نے اَز راہِ تفنن فرمائی۔ راقم کو وزیر اطلاعات کی حسِ مزاح پر کوئی اعتراض نہیں لیکن فواد چوہدری کل تک ایک دانشور اور تجزیہ نگار کے طور پر ٹاک شوز میں بیٹھ کر ہمارے علم میں اضافے کیا کرتے تھے۔ آج کیوں منہ میں گھنگھنیاں ڈال لی ہیں جناب نے۔؟

گزارش یہ ہے کہ اب بحیثیت وزیر اور حکومت وریاست کے نمائندہ کے طور پر پبلک کو ایجوکیٹ کرنا پڑے گا۔ جس طرح پچھلی حکومت اور پھر موجودہ حکومت نے سرِ عام گالیاں اور مغلظات بکنے والوں کو سیدھا جواب نہیں دیا اور ان کے حوصلے اس حد تک بڑھ گئے کہ چیف جسٹس آف پاکستان اور مسلح افواج کے سربراہ کے قتل کے سرِ عام فتوے دینے لگے تو ایک رات کے کریک ڈاؤن سے ہی سانپ پٹاری میں پڑ گئے۔ اب سارے ملک کی عوام اور اقلیتیں تو بیک وقت چیف جسٹس یا چیف آف آرمی سٹاف نہیں بن سکتے۔ ان کے حقوق کا تحفظ تو چیف بنائے بغیر ہی کرنا پڑے گا۔ آپ بندر کے ہاتھ سے بندوق اس وقت تک نہیں چھینتے جب تک اس کی بندوق کا رُخ آپ کی جانب نہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حقوق کی پامالی کی اذّیت صرف عام آدمی کو پہنچتی ہے۔ کبھی سوچا آپ نے کہ چیف جسٹس کو بھی واجب القتل اسی الزام اور دلیل سے قرار دیا گیا لیکن ہاتھ فوری پڑ گیا۔ عام آدمی منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ لیکن ریاست کا بڑا ستون تو عوام ہیں جناب! ضمنی طور پر یاد آیا کہ جسٹس ایم آر کیانی اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن اپنی کوٹھی کے لان میں ٹہل رہا تھا کہ باہر کسی کے اُبکائیاں لینے کی آواز آئی۔ کوئی مفلوک الحال آدمی پیٹ درد اور اُلٹی سے بے حال ہو رہا تھا۔ مجھے اس کی مدد کا خیال آیا لیکن چیف جسٹس کے عہدے اور پروٹوکولز کی وجہ سے میں شش وپنج میں تھا اور نوکر کو آواز دینے گیا کہ وہ اس کا پتہ کرے۔

اتنے میں سائیکل پر جاتے کسی عام آدمی نے اس کو سنبھالا دیا اور ساتھ لے

گیا۔اور میں نے سوچا کہ،ایک عام آدمی اور چیف جسٹس میں بس اتنا ہی فرق ہوتا ہے!!!مذکورہ بالا کہانیاں سنانے کا مقصد یہ تھا کہ عدل وانصاف اور حقوق کی فراہمی کے لئے سمجھوتوں اور کمپرومائز یز سے باہر نکلنا پڑے گا۔یہی خادم رضوی،اور دیگر یاوہ گو اس سے پہلے بھی روز گالیاں دے رہے تھے،بغاوت اور فساد پر انگیخت کر رہے تھے لیکن ہاتھ ڈالنے اور ان پر بغاوت اور فساد کے مقدمات قائم کرنے کے لئے یہ کیوں ضروری تھا کہ پہلے ان کی آگ کی لپٹیں دو چیف صاحبان کے نام تک پہنچیں؟ یہاں سے آپ امتیازی قوانین اور سیلیکٹڈ جسٹس کا راستہ کھولتے ہیں جس کو بند کرنے کے لئے پھر دہائیاں درکار ہوتی ہیں۔حضرت فواد چوہدری صاحب، وزیر اطلاعات ونشریات، آپ سے دو حکومتیں قبل قمر الزمان کائرہ بھی یہی کچھ ہوا کرتے تھے جوان دنوں آپ ہیں۔موصوف کو ہم نے سی۔پی۔ڈی۔آئی کے ایک سیمینار میں مہمان خصوصی کے طور پر بلایا۔تو آپ جانتے ہی ہیں کہ وزیر اطلاعات کو کس کس طرح حکومت کے سچ جھوٹ کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔سو کائرہ صاحب نے وہ سماں باندھا کہ آپ ان کے سامنے کیا بیچتے ہیں۔آپ کے تو چہرے پہ شرم اور حجاب سا آجاتا ہے مگر کائرہ صاحب تو جہاندیدہ منسٹر تھے۔آخر پر فرمانے لگے کہ آپ لوگوں کی کوئی تجاویز ہیں تو بتائیں۔

میں نے ہاتھ کھڑا کیا تو بڑی خوشدلی سے کہا، جی بھٹی صاحب، فرمائیں۔ عرض کیا کہ جناب ایک ہی تجویز ہے عاجزانہ درخواست ہے کہ اس وقت چھوٹے بڑے ملا کہ ساٹھ سے کچھ اوپر وزیر تو ہیں وفاقی کابینہ میں۔کہنے لگے، جی درُست۔میں نے عرض کی کہ، ان میں سے صرف ایک وزیر...جناب صرف ایک، انفارمیشن منسٹر ہی عوام کو دے دیا جائے۔باقی سب حکومت اپنے پاس رکھے مگر ایک تو ہمیں دیں۔کم از کم ایک تو ہماری زبان بولے، ہمارے مسئلے سمجھے اور ہمارے لئے بولے۔کائرہ صاحب آپ تو حکومت کے وکیل ہیں۔ہمیں بتائیں ہمارا کون ہے؟ تو جناب فواد چوہدری صاحب، آج ان سطور کے ذریعے میں اپنا مطالبہ دُہراتا ہوں کہ پی ٹی آئی حکومت ایک وزیر تو عوام کو دے۔باقی سب اپنے پاس رکھے۔آپ کل تک عوامی تھے تو اب عوام کے ہی رہیں۔تاکہ پیروں کا پیغام سر تک پہنچ تو سکے۔آپ نے سن 53 والی دولتانہ کی سرپرستی میں چلنے والی احرار موومنٹ اور اس پر پنجاب حکومت کی تحقیقاتی رپورٹ ایک وکیل کے طور پر بھی پڑھی ہوئی ہے، اور پھر 1974 کی اسمبلی اور ضیاء آرڈیننس کے ما لہ اور ماعلیہ سے بھی واقف ہیں۔اب آہستہ آہستہ پبلک سے چھپانے کی بجائے بتانے کا راستہ اپنائیں اور کھل کے بتائیں کے احمدیوں کو سزا سو سال آگے کی سوچ رکھنے، جناح کے پاکستان کی معاونت کرنے اور ہر ظلم کے باوجود اپنی پاکستانیت اور وطنیت کی حفاظت کرنے کی مل رہی ہے، ورنہ، ایہہ بندے تے ایڈے ماڑے نئیں نیں...اختتام پہ قابل اجمیری کے چند اشعار، جن کے مفاہیم اس مضمون سے لگا وٗ رکھتے ہیں سن لیجئے تا کہ باتوں کی تلخی کا دف مرجائے تضاد جذبات میں یہ نازک مقام آیا تو کیا کرو گے میں رو رہا ہوں تو ہنس رہے ہو میں مسکرایا تو کیا کرو گے؟

ابھی تو تنقید ہو رہی ہے مرے مذاق جنوں پہ لیکن
تمہاری زُلفوں کی برہمی کا سوال آیا تو کیا کرو گے؟
کچھ اپنے دل پر بھی زخم کھاؤ مرے لہو کی بہار کب تک
مجھے سہارا بنانے والو، میں لڑکھڑایا تو کیا کرو گے؟

## امجد مرزا امجدؔ

لہو کا ہنر آزماتے رہیں گے
چراغ آندھیوں میں جلاتے رہیں گے
زمانہ ستم ہم پہ ڈھاتا رہے گا
ہر اک غم پہ ہم مسکراتے رہیں گے
سماں ہو خوشی کا یا غم کا ہو موسم
ہم اپنا فسانہ سناتے رہیں گے
نہ آباد ہوگی مرے دل کی دنیا
وہ برقِ تبسم گراتے رہیں گے
رہیں گے رواں میری آنکھوں سے آنسو
یہ تارے یونہی جھلملاتے رہیں گے
یہ برق اپنے سب حوصلے آزما لے
ہم اپنا نشیمن بناتے رہیں گے
نہ بدلے گی جب تک فضا گُلستاں کی
ہم اپنے لہو میں نہاتے رہیں گے
مسلّط کہاں تک رہیں گے اندھیرے
مرے زخمِ دل جگمگاتے رہیں گے
محبت کے دشمن ہیں جتنے بھی امجدؔ!
اُنہیں آئینہ ہم دکھاتے رہیں گے

# جمیل الرحمن کی نظمیں

اقبال فہیم
جوزی
(اسلام آباد)

جمیل الرحمن کی نظمیں مُبہم ہیں، گُنجلک ہیں اور بے معنی ہیں۔لیکن ان میں یہ دلکشی کیسی ہے اور یہ ہمارے خیال کی لہروں کو بہت دُور، بہت ہی دُور انجانے جزیروں میں کیوں لے جاتی ہیں جہاں ہمارے تصورات کی دُنیا میں نو بہ نو ہیولے تراشتی ہیں۔کیا یہی شاعری کا عمل نہیں ہے؟ شاعری کی اس بنیادی خصوصیت پر پورا اُترنے کے بعد اب تنقید کا مرحلہ آتا ہے کہ اِس شاعری کا تجزیہ کرنے کے لئے ہم کِن اصُول وضوابط کا اطلاق کریں۔ ہمارے یونانی آباؤ اجداد نے ہمیں سیدھی لائن کا تُحفہ دیا۔سیدھی لائن اُن کے فلسفیانہ افکار کا جوہر تھا اور اس کا اطلاق ایک تصورِ مطلق! سیدھی لائن نے ہی اُن میں یہ وہم پیدا کیا کہ زمین چپٹی ہے،جس کے چار کونے ہیں۔سیدھی لائن نے ہی اُنھیں دو نقطوں کا خواب دکھایا۔آغاز اور انجام،طُلُوع اور غُرُوب ،زندگی اور موت! اور پھر یہ دو نقطے زندگی کے ہر شعبے میں شہد کی مکھیوں کی طرح پھیل گئے۔ثبوت کے تضاد نے جنم لیا اور یوں میکانکی فکر وعمل نے ہمارے ذہن پر اِک ایسا جالا بُن دیا جس کو عُبُور کرنا خارج از زمان ومکاں ہونا تھا۔ قوانین ے نام پر ہم کائنات کے ہر مظہر کو جامد کرتے چلے گئے،دولخت کرتے گئے۔منطقِ استخراجیہ اور استقرائیہ ہمارے لئے ایک ایسا پیمانہ تھا جس کی مدد سے حقیقت کا تعین کرنا ہماری ذہنی کاوشوں کا ہدف تھا۔ہر خیال کو منطقی انجام تک پہنچانا ضروری تھا جس کے بعد خیال کا سفر ختم ہوجاتا۔فنِ شعر پر منطق استخراجیہ اور استقرائیہ کے اطلاق نے جس تکنیک اور ہیئت کو جنم دیا وہ بھی دیگر لوازمات کی طرح ثنویت کا ایک منظم اظہار تھا۔۔۔ثنویت زدہ اِس تہذیب نے جہاں زمان ومکاں میں دُوئی کا تصور دیا وہیں مواد ہیئت کو بھی علیحدہ علیحدہ خانوں میں رکھ کر اس پیدا شدہ تضاد پر اپنے انمول تخیل وتعقل کو بے جا صرف کرنے کے عمل کا نام دے کر خوش فہمیوں میں گرفتار رہے۔اِس قدیم پیراڈائیم نے خیال کو معنویت کی شرط کے ساتھ منسلک کر کے فنِ شعر کے بے کراں تخیل کو محدود کر دیا اور منفیت کے معیار کو آرٹ کے لئے ایک اعلیٰ اور ارفع مقام عطا کر کے خود تقدیس کے سنگھاسن پر براجمان کر لیا۔کسی بھی نظم کے لئے ضروری تھا کہ اُس کا ایک آغاز ہو اور ایک انجام۔موضوع کے تسلسل کے لئے منطقِ استخراجیہ واستقرائی کی سیڑھیاں قبل از تخلیق موجود تھیں۔چناں چہ ہم نے جس ہیئت کو جنم دیا وہ بھی ثنویت زدہ تھی۔نظم کے ایک خطے میں نوحہ گری اور دوسرے خطے میں اِس کے ردِّ عمل میں اُمید، زندگی اور حُسن کی معنویت پر انجام!جمیل الرحمن کی نظموں نے شاعری کو اس ثنویت زدہ منطق کی زنجیروں سے آزاد کر کے تخیل کی آزاد فضاؤں اور ہواؤں میں لسانی مرغولے بنانے کے عمل کو بحال کر دیا ہے۔یہ نئے پیراڈائم کی شاعری ہے۔ اِس کی نظم شُعُور کا وہ چوکھٹا نہیں جس پر شُعُور کوئی یک رُخی تصور تشکیل دیتا ہے۔ اُس کے ہاں شُعُور ایک مدوّر غیر مرئی پردہ ہے جس پر شش جہات امیجز ایک دُوسرے کو کاٹتی اور مدغم ہوتی ہوئی کہکشائیں خیال کے بلیک ہول میں گُم ہوجاتی ہیں۔اُس کی شاعری ہمیں باور کرواتی ہے کہ شاعری کا منصب اظہار شخصیت، اظہارِ ذات، اظہار لاشُعُور اور اظہارِ معاشرت نہیں۔شاعری پر پاپ اور پُن کی قیود کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ شاعری بذاتِ خود ایک ایسی موضوعی قُوّت ہے جس کے اظہار کے لئے ایک نیا معروض تخلیق ہوتا ہے۔اُس نے ہیئت اور مواد کو اِس سے منطبق کر دیا ہے جس طرح زمان ومکاں،جس طرح ڈی این اے اور آر این اے! نئے پیراڈائم کو پُرانے پیراڈائم کی عینک سے دیکھنے کا نتیجہ مبہم گنجلک اور غیر منطقی احساس ہوتا ہے۔ ***

## ”سوچئے اور پھر سوچئے“

روزنِ دیوار سے!...عطاء القادر طاہر

☆ ہر روز اپنا قول بدلنے والے کے حالات میں تبدیلی اس وقت آئے گی جب وہ اپنا فعل بدلے گا۔

☆ رکاوٹیں زندہ انسان کیلئے ہیں میت کیلئے ہر کوئی راستہ چھوڑ دیتا ہے۔

☆ وہ ساری زندگی دوسروں کیلئے بولتا رہا، جب مرا تو اس کیلئے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔

☆ خدارا اتوار کی چھٹی ختم کرو کہ کام کا بھی کوئی دن ہونا چاہئے۔

☆ نیک کاموں میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے اور بعض کاموں میں تاخیر ہی نیکی ہے۔

☆ شور میں مجھے نیند نہیں آتی اور دل ہے کہ بے آواز دھڑکتا ہی نہیں۔

☆ ترازو کا متوازن ہونا زیادہ اہم اور قیمتی ہے ہر اس شے سے جو اس میں تولی جاتی ہے۔

# ہمارا تعلیمی نظام

عاصی صحرائی

آپ حیران ہوں گے میٹرک کلاس کا پہلا امتحان برصغیر پاک و ہند 1858ء میں ہوااور برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ برصغیر کے لوگ ہماری عقل سے آدھے ہوتے ہیں اس لیے ہمارے پاس پاسنگ مارکس 65 ہیں تو برصغیر والوں کے لیے 32 اعشاریہ 5 ہونے چاہئیں۔دوسال بعد 1860ء میں اساتذہ کی آسانی کے لیے پاسنگ مارکس 33 کر دیئے گئے ورہم 2018 میں بھی ان ہی 33 نمبروں سے اپنے بچوں کی ذہانت کو تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔جاپان کی مثال لے لیں تیسری جماعت تک بچوں کو ایک ہی مضمون سکھایا جاتا ہے اور وہ اخلاقیات اور آداب ہیں۔حضرت علیؓ نے فرمایا:جس میں ادب نہیں اس میں دین نہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ جاپان والے حضرت علیؓ کو کیسے جانتے ہیں اور ہمیں ابھی تک ان کی یہ بات معلوم کیوں نہ ہوسکی۔بہرحال،اس پر عمل کی ذمہ داری فی الحال جاپان والوں نے لی ہوئی ہے۔ہمارے ایک دوست جاپان گئے اور ایئرپورٹ پر پہنچ کر انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ ایک استاد ہیں اور پھر ان کو لگا کہ شاید وہ جاپان کے وزیراعظم ہیں۔

یہ ہے قوموں کی ترقی اور عروج وزوال کا راز...اشفاق احمد صاحب کو ایک دفعہ اٹلی میں عدالت جانا پڑا اور انہوں نے بھی اپنا تعارف کروایا کہ میں اُستاد ہوں وہ لکھتے ہیں کہ جج سمیت کورٹ میں موجود تمام لوگ اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے...اس دن مجھے معلوم ہوا کہ قوموں کی عزت کا راز اُستادوں کی عزت میں ہے...آپ یقین کریں استادوں کو عزت وہی قوم دیتی ہے جو تعلیم کو عزت دیتی ہے اور اپنی آنے والی نسلوں سے پیار کرتی ہے۔جاپان میں معاشرتی علوم پڑھائی نہیں جاتی ہے کیونکہ یہ سکھانے کی چیز ہے اور وہ اپنی نسلوں کو بہت خوبی کے ساتھ معاشرت سکھا رہے ہیں۔جاپان کے اسکولوں میں صفائی ستھرائی کے لئے بچے اور اساتذہ خود ہی اہتمام کرتے ہیں...صبح آٹھ بجے اسکول آنے کے بعد سے 10 بجے تک پورا اسکول بچوں اور اساتذہ سمیت صفائی میں مشغول رہتا ہے۔دوسری طرف آپ ہمارا تعلیمی نظام ملاحظہ کریں جو صرف نقل اور چھپائی پر مشتمل ہے،ہمارے بچے پبلشرز بن چکے ہیں۔آپ تماشہ دیکھیں جو کتاب میں لکھا ہوتا ہے اساتذہ اسی کو بورڈ پر نقل کرتے ہیں..

بچے دوبارہ اسی کو کاپی پر چھاپ دیتے ہیں،اساتذہ اسی نقل شدہ اور چھپے ہوئے مواد کو امتحان میں دیتے ہیں...خود ہی اہم سوالوں پر نشانات لگواتے ہیں اور خود ہی پیپر بناتے ہیں اور خود ہی اس کو چیک کر کے خود نمبر بھی دے دیتے ہیں...بچے کے پاس یا فیل ہونے کا فیصلہ بھی خود ہی صادر کر دیتے ہیں اور ماں باپ اس نتیجے پر تالیاں بجا بجا کر بچوں کے ذہین اور قابل ہونے کے گن گاتے رہتے ہیں....جن کے بچے فیل ہوجاتے ہیں وہ اس نتیجے پر افسوس کرتے رہتے ہیں اور اپنے بچے کو کوڑھ مغز اور کند ذہن کا طعنہ دیتے رہتے ہیں۔آپ ایمانداری سے بتائیں اس سب کام میں بچے نے کیا سیکھا...سوائے نقل کرنے اور چھاپنے کے؟ ہم 13،14 سال تک بچوں کو قطار میں کھڑا کر کر کے اسمبلی کرواتے ہیں اور وہ اسکول سے فارغ ہوتے ہی قطار کو توڑ کر اپنا کام کرواتے ہیں،جو جتنے بڑے اسکول سے پڑھا ہوتا ہے قطار کو روندتے ہوئے سب سے پہلے اپنا کام کروانے کا ہنر جانتا ہے۔ہم پہلی سے لے کر اور دسویں تک اپنے بچوں کو سوشل اسٹڈیز پڑھاتے ہیں اور معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہ بتانے اور سمجھانے کے لیے کافی ہے کہ ہم نے کتنا سوشل ہونا سیکھا ہے؟اسکول میں سارا وقت سائنس رٹتے گزرتا ہے اور آپ کو پورے ملک میں کوئی سائنس دان نامی چیز نظر نہیں آئے گی....کیونکہ بدقسمتی سے سائنس سیکھنے کی اور خود تجربہ کرنے کی چیز ہے اور ہم اسے بھی رٹا لگواتے ہیں۔ہمارا خیال ہے کہ اسکولز کے پرنسپل صاحبان اور ذمہ دار اساتذہ اکرام سر جوڑ کر بیٹھیں...اسگلے سڑے اور بوسیدہ نظام تعلیم کو اُٹھا کر پھینکیں،بچوں کو طوطا بنانے کے بجائے **قابل بنانے کے بارے میں سوچیں۔**

## ”سوچئے اور پھر سوچئے“

روزنِ دیوار سے!...عطاء القادر طاہر

☆ دوستو!تمام کشتیاں جلا دو کہ سب دریا سوکھ گئے۔

☆ انتظار جان لیوا ثابت ہوا،وہ موت کا منتظر تھا۔

☆ دل کا بائی پاس حالیہ برسوں میں سامنے آیا ہے،ذہن کو بائی پاس تو صدیوں سے کیا جارہا ہے۔

☆ آنسو تو مرنے والے پر بہائے جاتے ہیں،زندہ لوگوں پر تو ہنسی آتی ہے۔

☆ وہ خیال جو مجھے سونے نہیں دیتا،میں نے کسی کو سنایا تو اسے نیند آنے لگی۔

# بنگالیوں کا قتل عام پاکستان دشمن بیانیہ

آصف محمود

شیخ مجیب پاکستان سے رہا ہو کر لندن پہنچے تو کہا ''پاکستان نے 10 لاکھ بنگالیوں کو قتل کیا ہے''۔ لندن سے ڈھاکہ جاتے ہوئے دلّی میں رُکے تو ان پر نیا 'انکشاف' ہوا اور کہا ''پاکستان نے ہمارے 35 لاکھ بنگالیوں کو قتل کیا ہے''۔ کچھ دن گزرے تو ایک باقاعدہ بیان جاری فرما دیا کہ پاکستان نے 30 لاکھ بنگالیوں کو قتل کیا اور 3 لاکھ عورتوں کی عصمت دری کی گئی''۔ بعد میں یہی اعداد و شمار بنگلہ دیش اور بھارت کا بیانیہ بن گئے اور انہیں دہرایا جاتا رہا۔ سوال یہ ہے اس بے بنیاد پراپیگنڈے کا علم و تحقیق کی دنیا میں کیا کوئی اعتبار ہے؟ واردات کو سمجھنے کے لیے یہاں ایک لمحے کے لیے رُک جایئے اور اسلم اچھو کے مارے جانے پر حسین حقانی کے تازہ ٹویٹ کو دیکھ لیجیے۔ حسین حقانی جیسے کردار آج سے نہیں برسوں سے بروئے کار آ رہے ہیں۔ جس بغض، نفرت اور تعصب کے ساتھ حسین حقانی نے ٹویٹ کر کے سامنے کی حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے واقعات کی مرضی کی تعبیر کی، بالکل اسی خبث باطن سے سانحہ مشرقی پاکستان کا بیانیہ تشکیل دیا گیا اور پاکستان اور اس کے اداروں کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس بیانیے کے ابلاغ میں غیر ملکی قوتیں بھی شامل ہیں اور ان کے پے رول پر موجود مقامی کارندے بھی۔ مقصد بہت واضح ہے۔

پاکستانیوں کو فکری طور پر اپاہج کر دو، انہیں باور کرا دو کہ دنیا کی ہر برائی ان میں ہے تا کہ وہ اپنی تاریخ کو شرمندگی کے ایک بوجھ کے سوا کچھ نہ سمجھیں اور نفسیاتی مریض بن کر رہ جائیں۔ باقی دلائل اور شواہد کو تو ایک طرف رکھ دیں سب سے پہلے بنگلہ دیش اور بھارت سے آنے والی گواہیاں اور تضادات دیکھ لیتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے پہلے وزیر اطلاعات شیخ عبد العزیز کے مطابق یہ اعداد و شمار غلط ہیں۔ خود جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ نے ان اعداد و شمار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ 21 دسمبر 1971 کو ڈھاکہ سے شائع ہونے والے 'پور بو دیش' کے اداریئے میں سوال اُٹھایا گیا کہ لوگ جاننا چاہتے ہیں کتنے لوگ قتل ہوئے۔ پھر ایک ہی رات میں اس اخبار کے محققین کرام اپنی تحقیق پوری کر لیتے ہیں اور اگلے ہی روز اداریئے میں دعویٰ فرمایا جاتا ہے کہ 30 لاکھ لوگ قتل کیے گئے۔ یہ فسانہ کہاں سے آیا؟ اس راز سے بھی کسی اور نے نہیں، خود بنگلہ دیش کے پہلے سیکرٹری خارجہ سید انوار الکریم نے پردہ اٹھا دیا۔ ان کا کہنا یہ اعداد و شمار مبالغہ آمیزی پر مبنی ہیں اور جب میں نے مجیب سے پوچھا یہ اعداد و شمار کہاں سے لیے تو معلوم ہوا روس کے کمیونسٹ پارٹی کے ایک اخبار 'پراودا' نے ایسا لکھا تھا۔ ابھی چند سال قبل 24 اپریل 2014 کے ''دی ہندو'' میں بھارت کے یہودی جنرل جیکب کی رائے سامنے آئی۔ اس کے مطابق بھی یہ تعداد ہزاروں میں تھی۔ بنگلہ دیش صحافت میں ایک معتبر نام جوہری کا رہا ہے۔ ان کی کتاب '' The Riddle of Thirty Lakh'' میں لکھا ہے کہ یہ بات سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے مطابق انہوں نے مختلف اضلاع کا دورہ کر کے لوگوں سے سوال کیا کہ کیا کسی کی پاکستانی فوجی نے عصمت دری کی۔ ان میں سے ہر فرد نے کہا ''نہیں کی''۔ انہوں نے کتاب میں ایک اہم سوال اٹھایا کہ شیخ مجیب نے اعداد و شمار کہاں سے لیے اور سروے کس نے کیا؟ گارجین کے ولیم ڈورمند کی ایک رپورٹ 6 جون 1972 کو شائع ہوئی اس رپورٹ کے مطابق قتل عام کی بات محض یک افسانہ ہے جسے اُچھالا گیا۔ بنگلہ دیش ہی کے ایک محقق نعیم مہیمن کا ایک مقالہ ہے جو 'اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی' میں 26 جنوری 2008 کو شائع ہوا ان کے مطابق یہ جھوٹ بنگلہ دیش میں اس تواتر سے دہرایا گیا کہ اس پر سوال اُٹھانا اب ممکن نہیں رہا۔

ہٹلر نے مبینہ طور پر 60 لاکھ یہودیوں کو 6 سال میں قتل کیا۔ 30 لاکھ بنگالی 7 ماہ میں کیسے قتل ہو گئے؟ 26 مارچ کو آپریشن شروع ہوا اور 16 دسمبر تک کے ایام گن لیں تو شیخ مجیب کے الزام کے مطابق گویا ہر روز 11 ہزار پانچ سو کے قریب بنگالی قتل ہوئے۔ یعنی ہٹلر سے چھ گنا زیادہ قتل عام۔ کیا اس سے بے ہودہ الزام بھی کوئی ہو سکتا ہے؟ یہ بھی مت بھولیے کہ شیخ مجیب نے 1972 میں مقتولین آزادی کے تفصیلات جمع کرنے کے لیے ایک 12 رکنی کمیشن بنایا تھا۔ اسے عبد الرحیم انکوائری کمیشن کہا جاتا ہے۔ سرکاری سطح پر اس کی تشہیر ہی نہیں کی گئی بلکہ شیخ مجیب نے عوامی لیگ کے تمام عہدیداروں کو تفصیلات اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ جب تحقیق سامنے آئی تو کیا آپ کو معلوم ہے اس فہرست میں کتنے مقتولین کا نام درج تھا؟ دو ہزار۔ جی ہاں گارجین کی 6 جون 1972 کی رپورٹ کے مطابق صرف دو ہزار بنگالی ایسے لوگ تھے جن

کے بارے میں کہا گیا کہ فوج کے ہاتھوں مارے گئے۔ولیم دورمنڈ کا کہنا ہے کہ یہ رپورٹ پڑھی تو شیخ مجیب غصے سے کانپنے لگ گیا، رپورٹ کو اُٹھا پر زمین پر دے مارا اور چلانے لگا کہ یہ رپورٹ اپنے پاس رکھو میں نے تیس لاکھ کہہ دیا تو بس تیس لاکھ ہی ہیں۔شرمیلا بوس نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ غیر بنگالیوں کی لاشوں کی تصاویر لے کر جنہیں مکتی باہنی نے مارا تھا یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ بنگالی ہیں جنہیں پاکستانی فوج نے قتل کیا ہے۔

یہی بات ''ایسٹ پاکستان ٹریجڈی'' میں پروفیسر شبروک ولیم نے بھی لکھی ہے۔عصمت دری کے الزام پر بھی شرمیلا بوس کی گواہی پڑھ لیجیے:

''پاکستانی افواج پر عورتوں کی بے حرمتی کا الزام بے بنیاد ہے۔میں نے وسیع پیمانے پر انٹرویوز، مکالموں اور تحقیق سے یہ دیکھا ہے کہ پاکستانی فوج نے عورتوں کو نہیں بلکہ صرف مقابلہ کرنے والے جنگجوؤں کو نشانہ بنایا''۔امریکہ میں بنگلہ دیش کے سابق سفیر شمشیر احمد چودھری ان اعداد و شمار کو شرارت پر مبنی قرار دے چکے ہیں۔شیخ مجیب نے عصمت دری کی شکار خواتین کے لیے تین ہزار ٹکا کی رقم کا اعلان کر کے بھی دیکھ لیا پھر بھی اسے ناکامی ہوئی۔چند ہزار خواتین کی فہرست بن سکی جو مکتی باہنی اور بھارت فوج کے ہاتھوں بربریت کا شکار ہوئیں۔یاسمین سائیکیا کی کتاب ''وومن، وار اینڈ دی میکنگ آف بنگلہ دیش'' میں لکھا گیا کہ مکتی باہنی اور بھارتی افواج نے بہاری اور غیر بنگالی عورتوں کی عصمت دری کی۔یہی بات بینا ڈی کوسٹا نے ''نیشن بلڈنگ، جنڈر اینڈ وار کرائمز ان ساؤتھ ایشیا'' میں لکھی ہے۔پاکستان، افواج پاکستان اور البدر کو یکطرفہ اور بے بنیاد پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا اور مکتی باہنی اور بھارتی افواج کی درندگی پر پردہ ڈال دیا گیا۔چنانچہ آج کسی کو معلوم نہیں مکتی باہنی اور بھارتی افواج نے مل کر وہاں کیا کیا۔

***

## ''سوچیے اور پھر سوچیے''

روزنِ دیوار سے!...عطاء القادر طاہر

☆سر کھجانے والا ہر شخص سوچنے والا ہوتا ہے لیکن بیشتر کی سوچ سر کی خشکی سے متعلق ہوتی ہے۔☆انسان کی قبر ایک جگہ بنتی ہے جبکہ اس کی یادیں کئی سینوں میں دفن ہوتی ہیں۔☆جس شخص کو مسائل کے انبار میں بھی کھانا یاد رہے تو وہ جان لے کہ بھوک اس کا اصل مسئلہ ہے۔

☆جس شخص کے لباس پر کوئی شکن نہیں اسکے ماتھے کو دیکھو تو نظر آجائے گی۔

## سخاوت کی بہترین مثال

ابن لطیف

بھائی مجھے تھوڑا سا شہد دے دیں.....مجھے شدید ضرورت ہے، مجھے ایک بیماری ہے۔اس کا علاج شہد سے ہی ممکن ہے۔افسوس! میرے پاس اس وقت شہد نہیں ہے.....ویسے شہد آپ کو مل سکتا ہے.....لیکن آپ کو کچھ دور جانا پڑیگا، ملک شام سے ایک بڑے تاجر کا تجارتی قافلہ آرہا ہے.....وہ تاجر بہت اچھے انسان ہیں.....مجھے امید ہے، وہ آپ کی ضرورت کے لیے شہد ضرور دے دیں گے۔ ضرورت مند نے ان کا شکریہ ادا کیا اور شہر سے باہر نکل آیا تاکہ قافلہ وہاں پہنچے تو تاجر سے شہد کے لیے درخواست کر سکے۔آخر قافلہ آتا نظر آیا۔وہ فوراً اٹھا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔اس قافلے کے امیر کے بارے میں پوچھا۔لوگوں نے ایک خوبصورت اور بارونق چہرے والے شخص کی طرف اشارہ کر دیا۔اب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: حضرت! میں ایک بیماری میں مبتلا ہوں۔اس کے علاج کے لیے مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے۔انھوں نے فوراً اپنے غلام سے فرمایا: جس اونٹ پر شہد کے دو مٹکے لدے ہیں، ان میں سے ایک مٹکا اس بھائی کو دے دیں۔غلام نے یہ سن کر کہا: آقا! اگر ایک مٹکا اسے دے دیا تو اونٹ پر وزن برابر نہیں رہ جائیگا۔یہ سن کر انھوں نے فرمایا: تب پھر دونوں مٹکے انھیں دے دیں۔یہ سن کر غلام گھبرا گیا اور بولا آقا! یہ اتنا وزن کیسے اُٹھائے گا۔اس پر آقا نے کہا: تو پھر اونٹ بھی اسے دے دو۔غلام فوراً دوڑا اور وہ اُونٹ مٹکوں کے ساتھ اس کے حوالے کر دیا۔وہ ضرورت مند ان کا شکریہ ادا کر کے اُونٹ کی رسی تھام کر چلا گیا۔وہ حیران بھی تھا اور دل سے بے تحاشہ دعائیں بھی دے رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا، یہ شخص کس قدر سخی ہے، میں نے اس سے تھوڑا سا شہد مانگا۔اس نے مجھے دو مٹکے دے دیئے۔ مٹکے ہی نہیں، وہ اُونٹ بھی دے دیا جس پر مٹکے لدے ہوئے تھے۔اِدھر غلام اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آقا نے غلام سے کہا: جب میں نے تم سے کہا کہ اسے ایک مٹکا دے دو تو تم نہیں گئے، دوسرا مٹکا دینے کے لیے کہا تو بھی تم نہیں گئے، پھر جب میں نے یہ کہا کہ اونٹ بھی اسے دے دو تو تم دوڑتے ہوئے چلے گئے۔اس کی کیا وجہ تھی۔غلام نے جواب دیا: آقا! جب میں نے یہ کہا کہ ایک پورا مٹکا دینے سے اونٹ پر وزن برابر نہیں رہیگا تو آپ نے دوسرا مٹکا بھی دینے کا حکم فرمایا، جب میں نے یہ کہا کہ وہ دونوں مٹکے کیسے اُٹھائے گا تو آپ نے فرمایا: اونٹ بھی اسے دے دو۔اب میں ڈرا کہ اگر اب میں نے کوئی اعتراض کیا تو آپ مجھے بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم فرما دیں گے۔اس لیے میں نے دوڑ لگا دی۔اس پر آقا نے کہا: اگر تم اس کے ساتھ چلے جاتے تو اس غلامی سے آزاد ہو جاتے۔یہ تو اور اچھا ہوتا۔جواب میں غلام نے کہا آقا! میں آزادی نہیں چاہتا، اس لیے کہ آپ کو تو مجھ جیسے سینکڑوں غلام مل جائیں گے، لیکن مجھے آپ جیسا آقا نہیں ملیگا۔میں آپ کی غلامی میں رہنے کو آزادی سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔آپ کو معلوم ہے یہ آقا کون تھے۔حضرت عثمان غنیؓ۔

# ایک گواہی اور بھی

بشیر زادہ مشرقی افریقہ

پچھلے دنوں جناب اور یا مقبول جان کی ایک تحریر نظر سے گذری جس کا عنوان تھا ایک گواہی جس کی بہت ضرورت تھی جس میں جناب اور یا صاحب نے ہمارے سپہ سالار جنرل باجوہ صاحب کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمانے کی کوشش کی ہے۔ جنرل باجوہ صاحب ایک سیدھا سادہ جاٹ اور مخلص پیشہ ور سپاہی ہے جس کا اسلام علماء کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ جیسے کہاوت ہے کہ دو ملاؤں کے درمیان مرغی حرام۔ ایسے ہی شاید کوئی اہل ادب ملاؤں کے بیچ جاٹ کی کیفیت کو بیان کر سکے۔

جناب باجوہ صاحب کے بطور co تقرر سے پہلے ہی آپ کا اسلام زیر بحث آ گیا تھا۔ جب علامہ ساجد میر نے آپ کے اسلام کو مشکوک قرار دے دیا اس کے مقابل پر آئی ایس پی آر اور علامہ زاہد الراشدی نے آپ کے اسلام پر گواہی دے دی۔ پھر لبیک والوں نے عدالت عالیہ اور حکومت کے خلاف دھرنے کے دوران جناب پیر افضل قادری صاحب نے پھر سے جنرل صاحب کے اسلام کو مسترد کر دیا تو جناب اور یا مقبول جان ایک صاحب رویائے صالحہ کی گواہی کے ذریعہ آپ کو اسلام کا سرٹیفکیٹ عطا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب عام پاکستانی مسلمان کس کی بات کا یقین کرے کہ یہاں کافر قرار دینے والے اور مسلمان قرار دینے سبھی علمائے کرام کہلاتے ہیں۔ جب سے 73 کے آئین میں پہلی ترمیم کے ذریعہ سے اسلام کا سرٹیفکیٹ دینے کی اتھارٹی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر ریاست اور مولاناؤں کو دے دی گئی ہے تب سے کسی کا اسلام بھی محفوظ نہیں رہا۔ اس کا پہلا شکار اس آئین کا خالق اور موجد خود ذوالفقار علی بھٹو بنے جب آپ حیرت اور افسوس کرتے ہوئے عدالت کے سامنے کہنے پر مجبور ہوئے کہ بڑے افسوس کی بات کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک وزیر اعظم کو یہ ثابت کرنا پڑ رہا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔

پھر ضیاء الحق کو بھی قادیانی اور قادیانیت نوازی کا طعنہ دیا گیا جس کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس نے احمدیوں پر ظلم کرنے کے لئے حربہ استعمال کیا۔ جنرل مشرف صاحب بھی اس الزام کی زد سے نہ بچ سکے اور اب جٹ ان کی زد میں ہے۔ اور جب تک 73 کے آئین میں یہ شک موجود ہے تب تک ہر اس شخص کو جو مولوی کو پسند نہیں قادیانی ہونے یا کم از کم قادیانیت نوازی کے الزام کا سامنا کرنا پڑتا رہے گا۔ جناب اور یا صاحب دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب آرمی کے ہر سپاہی سے یہ حلف لیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے اور احمدی یا قادیانی نہیں ہے۔ اس حلف کے بعد کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ ان کے اسلام پر اُنگلی اٹھائے۔ اس پر آپ جناب رسالت مآ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہت ہی عزیز صحابی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ درج کرتے ہیں۔ کہ ایک سریہ میں آپ کا سامنا ایک دشمن سے ہوا اور آپ نے اس کو زیر کر لیا تو اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا لیکن اُسامہ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اُسے قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا علم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر اُسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ الا شققت عن قلبہ اور دیر تک اس کلمہ کو دہراتے چلے گئے یہاں تک کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ کاش آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا مورد نہ بننا پڑتا اگر اُسامہ رضی اللہ عنہ جگہ آجکل کے مولوی ہوتے تو شاید یہ کہہ دیتے کہ ٹھیک ہے اس نے کلمہ تو پڑھا تھا لیکن وہ مرزا صاحب کو گالیاں دینے سے انکاری تھا اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ دُرست اور صد فیصد دُرست کہ جنرل باجوہ یا کسی بھی شخص کے حلف یا اقرار کے بعد کسی بھی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کے عقیدے یا اسلام پر شک کا اظہار کرے۔ اور یہ قانون اور کسوٹی سب کے لئے برابر ہے۔ لیکن جب احمدی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اس کلمہ کی وجہ سیقید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ اس کی خاطر جان تک دینے سے گریز نہیں کرتے تو ان کی گواہی بھی قبول کی جائے گی جب بانی احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے عقیدے کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں اور آپ کے کروڑوں پیروکار اسی عقیدے پر قائم ہیں اور قیامت تک قائم رہیں گے۔ ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہم بفضلہ و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد

مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں۔جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم الکتب سماوی ہے اور ایک شعشعہ یا نقطہ اس کی شرائط اور حدود اور احکامات اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد3 صفحہ 169،170)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تو براہ راست رحمۃ للعالمین کے براہ راست تربیت یافتہ تھے اور انہوں نے تو اپنی غلطی پر پشیمانی کا اظہار کر دیا۔ لیکن آجکل کے مذہب کے ٹھیکیداروں کا کیا حشر ہوگا جن کے خلاف حضرت مرزا صاحب اور ان کیکروڑوں غلاموں کا کلمہ گواہ بن کر کھڑا ہوگا۔جب احمدی عبادت گاہوں اور گھروں کی پیشانیوں مٹایا جانے والا کلمہ ان کے خلاف کھڑا ہوگا تو ان کی کیا حالت ہوگی۔جب لاہور کی مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آئے ہوئے رکوع وسجود حالت میں شہید کئے جانے والے کلمہ پڑھتے ہوئے ان کے خلاف کھڑے ہوں گے تو یہ کہاں پناہ ڈھونڈیں گے۔جب گھٹیالیاں مونگ گوجرانوالہ تخت ہزارہ سندھ اور کراچی کے احمدی شہداء کلمہ پڑھتے اور یا اور اس ہمنواؤں کے خلاف کھڑے ہوں گے تو اس وقت ان کا کیا جواب ہوگا۔اب بھی وقت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی تعریف کے مطابق جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو مسلمان مان لو اور اس کے اعمال کا حساب اس کے خالق پر چھوڑ دو اس طرح سب کا اسلام شکوک وشبہات سے بالا ہوجائے گا۔پر اس سے تمہاری تجارت نہیں چلے گی۔

## ”سوچئے اور پھر سوچئے“

روزنِ دیوار سے!...عطاء القادر طاہر

☆ آج کا کام کل پر نہ ڈالو، کبھی ملک الموت کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے؟

☆ جب اس نے کہا کہ وہ اپنی پسند کی زندگی چاہتا ہے تو اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنی مرضی کی موت مرنا چاہتا ہے۔☆ میت پر جو چادر چڑھائی گئی وہ ان پھولوں سے تیار کی گئی تھی جو مرحوم کو ساری زندگی پیش نہیں کی گئی۔

☆ عجیب تماشہ ہے کہ دوائی خالی پیٹ نہیں کھائی جاسکتی اور پیٹ جیب سے بھرا نہیں جاسکتا۔☆ چونکہ ہر عمارت کا مستقبل اور مقدر کھنڈر ہونا ہوتا ہے چنانچہ انسانی شخصیت کی تعمیر عمارتی اصولوں پر نہیں ہونی چاہئے۔

## بے سکونی

اگر آپ ڈیپریس ہیں اور کوئی آپ کو چھوڑ گیا ہے تو کبھی تنہا Room میں لائیٹ آف کر کے نا بیٹھیں۔یہ جو اندھیرا ہوتا ہے انسان کو یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کچھ باقی نہیں ہے۔وہ اکیلا ہے۔اور سب مطلبی ہیں۔اگر آپ اُداس ہیں تو چھوٹے بچوں کے پاس جا کر بیٹھ جائیں۔ان کی شرارتیں دیکھیں تو یقیناً آپ کو اپنا بچپن یاد آجائے گا اور آپ کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل جائے گی۔: اور جن کو لگتا ہے کہ ان کی زندگی بے معنی ہے اور سب کچھ ختم ہو چکا ہے تو You Tube پہ جا کر Real Heros in The Life لکھ کر سرچ کر لیں۔ان کو inspiration ملے گی کہ زندگی میں کسی کے جانے سے کچھ بھی ختم نہیں ہوتا۔آدمی بڑا اپنے لیئے ہوتا ہے لیکن انسان بڑا انسانیت کی خدمت سے ہوتا ہے۔: اگر آپ مسلمان ہیں یا کسی بھی مذہب سے ہیں تو آپ نماز یا کوئی بھی عبادت کر سکتے ہیں۔اور اپنے رب کے سامنے رو سکتے ہیں۔کیونکہ ہر چیز اس رب کی طرف سے ہوتی ہے۔بس یہ شیطان ہے جو ہمیں بدگمان کر دیتا ہے۔: اگر کوئی آپ سے شادی کا وعدہ کر کے یا آپ کو طلاق دے گیا ہے یا آپ کی علیحدگی ہوگئی ہے۔تو آپ کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ اصل زندگی کی شروعات تب ہی ہوتی ہے۔ پہلے آپ زندگی کے میدان میں بیساکھیوں کے سہارے چل رہے تھے جبکہ اب آپ کو آزادی ملی ہے تو کیوں نا آپ ان کا سہارا بن جائیں۔ جن کو سہارے کی ضرورت ہے۔قسمت کو کوسنا، کسی پہ بے وفاء کا الزام لگانا اس کا کیا فائدہ یا آپ روتے رہیں یا آپ طاقتور بن جائیں۔

مرد کی نسبت عورت کمزور ہے یہ سب کہتے ہیں۔لیکن وہ معذور عورت جو دنیا کی بلندترین پہاڑی چوٹی صرف اس وجہ سے سر کر گئی کہ اس نے دنیا کو بتانا تھا کہ عورت ذات کمزور نہیں ہے۔آپ اس چوٹی کو سر نا کریں لیکن زندگی کے میدان میں تو خود کو کمزور ثابت نہ کریں کیونکہ زندگی کے میدان میں انسان زندگی سے نہیں خود سے ہارتا ہے۔اگر آپ فنانشل پرابلم کا شکار ہیں یا آپ کے پاس کرایہ کا گھر ہے۔تو ایک دفعہ کسی بھی شہر کے فلائی اوور کے نیچے پڑے ہوئے ان بچوں، عورتوں اور مرد حضرات کو دیکھ لیں جن کے پاس ایک وقت کی روٹی نہیں ہے اور نا ہی چھت ہے۔اسی طرح آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی شکل وصورت اچھی نہیں ہے۔تو کسی بھی ہسپتال کے Fire and Burn Hall کا وزٹ کر لیں۔آپ کو شاید اللہ کی تقسیم پہ صبر آجائے گا۔

***

# آہ گلشن کھنہ۔ادب نواز دوست نواز انسان

امجد مرزا امجد

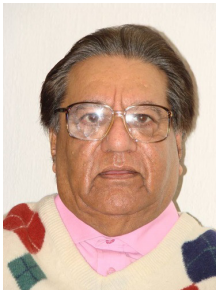

پچھے دنوں پتہ چلا کہ برطانیہ کے معروف شاعر، افسانہ نگار گلشن کھنہ جو کافی مدت سے علیل تھے چنڈی گڑھ (انڈیا) میں انتقال کر گئے۔سن کر دلی دکھ ہوا۔میرے ان کے ساتھ نہایت دوستانہ مراسم تھے وہ اکثر اپنی رہائش گاہ ہنسلو میں نجی ادبی محفلوں کا اہتمام کرتے جن میں مقامی شعرا مرحوم اقبال مرزا (مدیر صدا) سوہن راہی، جتندر بلو، نور جہاں نوری اور شیخ رشید صاحب، ڈاکٹر عزم غفار، سیما جبار، ساحر شیوی، مشتاق سنگھ اور میرے علاوہ دیگر شعرا و شاعرات بھی شریک ہوتے۔ان کی بیگم پرم جیت بھابھی نہایت خلوص و پیار سے کھانے بنا بنا کر اپنے ہاتھوں سے مہمانوں کو اصرار کے ساتھ ڈال ڈال کر کھلاتی۔اس کے علاوہ یہ دونوں میاں بیوی آس پاس کی گلیوں میں مقیم پاکستانی ہندوستانی طالب علموں کو بھی ہمیشہ اکٹھے کئے رکھتے ان کے لئے اپنا دستر خوان کھلا رکھتے۔اور بڑی محبت سے پیش آتے ان کا کہنا تھا کہ یہ نوجوان لوگ اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے دور علم کی تلاش میں یہاں آئے ہیں لہذا ہمارا فرض ہے کہ ان کو جی بھر کر پیار دیں تا کہ یہ پردیس میں اپنے گھر سے دور رہ کر اداس نہ ہوں۔ یقین کریں یہی بات ان دونوں میاں بیوی کو دوسروں سے ممتاز رکھتی۔کئی سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔اس کے علاوہ وہ نہایت کامیاب مشاعروں کا بھی اہتمام کرتے مگر پھر گلشن کھنہ کو ٹانگوں کے مسلسل درد نے چلنے پھرنے سے معذور کر دیا۔کچھ مطلب پرست حاسد لوگوں نے انکی اہلیہ کے ایسے کان بھرے کہ ان سے سلسلہ ٹوٹ گیا اور یہ محفلیں ختم ہو کر رہ گئیں۔

اصل نام گورنام سنگھ کھنہ ہے جبکہ تخلص گلشن ہے لہذا ادبی نام گلشن کھنہ ہی سے جانے جاتے ہیں۔ پاکستان کے شہر گوجرانوالہ کی تحصیل حافظ آباد میں فروری 1934 کو ایک متمول کھتری ہندو خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر تقسیم ملک میں امرتسر آئے۔پڑھا کو قسم کے تھے لہذا مالی حالات اچھے نہ ہونے کے باوجود ملازمت بھی کی اور انگلش ادب میں ایم اے کیا، برطانیہ مارچ 1964 میں آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں آ کر بھی ان کی علمی پیاس کم نہ ہوئی اور یہاں سے ٹیچرز ٹریننگ ڈگری

حاصل کر کے درس و تدریس کا پیشہ اپنایا اور کافی مدت لندن کے اسکول کالجوں میں علم کی شمع روشن کئے رکھی ایک زمانے میں اردو کا پہلا قاعدہ بھی انہوں نے نکالا جسے نئی نسل میں کافی پسند کیا گیا۔

میں گلشن کھنہ کو سابقہ پندرہ سولہ برسوں سے جانتا ہوں ان کی بڑی خوبی مذہب اور ملکی سرحدوں کی پرواہ کئے بغیر انسانیت سے پیار اور ہر کسی سے بلا تفریق ملنا ہے۔ہند و پاکستان سے جب بھی کوئی معروف شاعر یا ادیب لندن آیا انہوں نے اپنی پوری کوشش کی کہ انہیں اپنے گھر بلا کر اس کے اعزاز میں ادبی محفل کی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا چکا ہے ان کی اہلیہ محترمہ پرم جیت بھی انہی جیسی مخلص اور پیار کرنے والی خاتون ہیں اپنے مہمانوں کو اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کے مزیدار پکوان بنا کر اصرار کر کے کھلاتی ہیں جاتے وقت قیمتی تحفوں سے بھی لاد دیتی ہیں۔دنیائے ادب کی بڑی بڑی ہستیوں نے ان کی مہمان نوازی سے لطف اٹھایا ہے۔پروفیسر گوپی چند نارنگ، موسیقار نوشاد، قتیل شفائی، عطاالحق قاسمی، کالی داس گپتا رضاؔ، ڈاکٹر مختار شمیم، سرفراز شاہد اور بے شمار دانش ور ادیب شاعران کے یہاں مدعو رہے اور انہوں نے ان کے اعزاز میں ادبی محفلوں کا اہتمام کیا۔

گلشن کھنہ نثر اور شاعری دونوں اصناف میں لکھتے بلکہ اردو کے علاوہ پنجابی میں بھی بہت اچھا لکھتے ان کے افسانوں کی چار کتابیں ”بارش میں ایک آدمی، درد جو آنکھوں سے بہا، کھوئی ہوئی جنت، اور انسان جاگ اٹھا، اور چار ہی شعری مجموعے،“ بکھرے بکھرے خواب، چراغِ آرزو، سوچ کی خوشبو،

گلاب زخموں کے'' ایک سوانح حیات شائع ہوچکی ہیں اور ایک ناول ''نادان ''زیر ترتیب ہے جو شاید اب تک شائع ہو چکا ہوگا!!۔اس کے علاوہ انگریزی میں بھی چھ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ان کی ادبی زندگی پر بھی انڈیا کے ڈاکٹر سیفی سرونجی نے ایک کتاب ''گلشن کھنہ'' لکھی ہے۔ انڈیا اور برطانیہ کے ادبی رسائل میں اکثر ان کی تخلیقات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے دوستوں پر جان لٹانے والے گلشن کھنہ کا لب و لہجہ نہایت شگفتہ ہوتا ہے اپنی باتوں میں چھوٹے چھوٹے لطیفے پرو کر اس طرح سناتے ہیں کہ گھنٹوں سنتے رہیں اور بور نہ ہوں۔۔۔

گلشن کھنہ کی پہلی کاوش ''تتلیاں'' نام کا افسانہ دہلی کے مقبول فلمی رسالے ''چترا'' میں 1952 میں شائع ہوا۔ دنیائے ادب کے معروف افسانہ نگاروں کو پڑھنا اور ادب سے لگاؤ نے انہیں ادب کی دنیا میں افسانہ نگار بنا دیا اور ان کے افسانے معروف ادبی مجلوں میں شائع ہونے لگے۔مگر جب ان کی دوستی امرتسر کے ایک شاعر سوز لائلپوری سے ہوئی تو انہیں شاعری کا شوق بھی پیدا ہوا جس کے نتیجے میں وہ چار شعری مجموعوں کے خالق تھے، مگر اصل ادبی میدان ان کا نثر تھا ان کے افسانوں میں مشرقی اور مغربی دونوں رنگ نظر آتے ہیں انہوں نے بے شمار کہانیاں ہجرت، برطانیہ کی زندگی، ہندو پاک کی خون میں ڈوبی ہوئی ہجرت کے تناظر میں لکھی ہیں۔اسی طرح ان کی شاعری میں بھی ہجرت کا دکھ نمایاں نظر آتا ہے چونکہ انہوں نے زندگی کے ہر رنگ و روپ کا نہایت باریکی سے مشاہدہ کیا، ان کی سراپا نگاری میں انفرادیت ہے اس میں محاکاتی انداز کے ساتھ مصوری بھی ہے۔تخیل اور اظہار ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے نظر آتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اظہار و بیان پر کس قدر قدرت حاصل ہے۔ آج گلشن کھنہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں مگر ان کی محبت انسان دوستی ادب کے ساتھ والہانہ لگاؤ اپنے مہمانوں کی بے پناہ خاطر مدارت ان کا خلوص اور محبت سدا زندہ رہے گی۔

سنواریں اک نئے جذبے سے پھر سے سارے گلشن کو
کہیں بھی اب کوئی عکسِ خزاں باقی نہ رہ جائے



## طفیل عامر سندھو

دُکھ ہجر کے، فرقت کے یہ سہتی رہیں آنکھیں
کچھ بات تو تھی جس کو ترستی رہیں آنکھیں
انجان سے اک خوف نے خاموشی سے مارا
اب بول بھی دو، وقت ہے کہتی رہیں آنکھیں
تھی بات نبھانے کی تو پھر ساتھ نہ چھوڑا
جو حال بھی تھا ساتھ میں رہتی رہیں آنکھیں
ساون کے مہینے تو کئی آئے، گئے بھی
بادل تھا نہ برسات، برستی رہیں آنکھیں
احساس مگر اُن کو تو ہونے نہ دیا تھا
دل جانتا ہے، دل میں اُترتی رہیں آنکھیں
وہ بات جو تھی دیکھ نہ پایا میں کسی میں
آ آ کے مرے پاس، گزرتی رہیں آنکھیں
پڑھ لیتا ہے تحریر، لکھی ہو کہ نہ ہو، دل
بات اپنی سے دیکھا کہ مُکرتی رہیں آنکھیں



## یشب تمنا

گلہ کریں بھی تو کیا اس کی سر گرانی میں
یوں کوئی جیت سکا ہے جہاں میں پانی سے
بجا کہ سر کشی والی سرشت اس کی ہے
پر اس کو روکنا ممکن ہے بے کرانی میں
اسے بتا دیا جائے گر قرینے سے
بڑے سکوں سے چلا جائے گا روانی سے
جو اپنی دُھن میں چلا جا رہا ہو تو مت روکو
وہ ملنے جارہا ہوتا ہے اپنے ثانی سے
میانِ شہر بھی انگلی پکڑ کے چلتا ہے
گر اسے قید کیا جائے جاں فشانی سے
یہاں تک تو ہمیں رہبر ہی لائے ہیں
کبھی ذرا جو یہ رُک جائے کھینچا تانی سے
یہ مشکلیں تو کوئی مشکلیں نہیں ہیں یشب
خدا کرے کبھی ٹوٹیں نہ بدگمانی سے

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

**OFFICE** 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
**CELL +44 (0) 7903 416966**

TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

HEATING LTD.

24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

property renting
made
EASY & SIMPLE

N2 LETTINGS ESTATE AGENTS
020 34170607 www.n2lettings.com

SHARIF JEWELLERS
SINCE 1952
Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
☎ +44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
☎ +92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

**RASHID & RASHID**
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

# راشد احمد خان

وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals




- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوور سٹیئرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائبیونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

**FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE**
24 Hours Emergency Numbers

**مفت قانونی مشاورت**
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

# 07878 33 5000 / 07774222062

**RASHID & RASHID LAW FIRM**
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

**راشد اینڈ راشد لاء فرم**
211، دا براڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB، نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

**SOW THE SEEDS OF LOVE**